فائزہ رفیق بخار

ماہی دا لی

"اے خدا میرے ابو سلامت رہیں۔"

صابر رضوی سارے دن کی گرمی اور دھول پھانک کے گھر لوٹے تھے۔ ابھی انہوں نے کال بیل پہ ہاتھ بھی نہ رکھا تھا کہ دروازہ کھلا اور محتشم لہکتا گنگناتا ان کے سامنے تھا۔

"اے خدا میرے ابو سلامت رہیں۔" اس نے لپک کے ان کے ہاتھ تھام لیے اور شرارت سے بھرپور چہرے پہ زبردستی کی معصومیت طاری کرتے ہوئے اور سر ہلا کر گانے لگا۔ اس کا گھنے بالوں والا سر گانے کے بولوں کے ساتھ ساتھ شانے پہ دائیں بائیں ہو رہا تھا۔ صابر رضوی اس کے اس نئے ڈرامے پہ بھنا کر رہ گئے۔

"کیا بکواس ہے یہ۔ نہ سلام، نہ دعا۔ راستہ چھوڑ اندر تو آنے دو۔" مگر اس پہ قطعی اثر نہ ہوا۔ ان کے ہاتھ سے بریف کیس اور پھل کا تھیلا لے کر اس نے ایک طرف ہو کر راستہ تو دے دیا مگر اپنا ریکارڈ بند نہ کیا۔

میرے ابو نے لیے ہیں ڈھائی کلو آم
لاکر امی کو دیے یہ ڈھائی کلو آم
تاکہ ان کے بچے ملک شیک پئیں
اے خدا میرے ابو سلامت رہیں
اے خدا میرے ابو سلامت رہیں

صابر رضوی کف اور کالر کے بٹن کھولتے ہوئے پنکھے کے عین نیچے پسینہ سکھانے بیٹھے کہ وہ وہیں ان کے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کے اکڑوں کارپٹ پہ بیٹھ گیا اور باقی کا گیت مکمل کرنے لگا۔ وہ اکتائے ہوئے انداز میں

ناولٹ

اپنے اس ڈھیٹ سپوت کے فن کا مظاہرہ برداشت کر رہے تھے کہ اتنے میں فارینہ روح افزا کا جگ لے کر آ گئی۔

"السلام و علیکم ابو!"

"وعلیکم السلام، جیتی رہو۔" انہیں آج پہلے سے بڑھ کے اپنی اکلوتی بیٹی "رحمت" لگی۔

"روح افزا راحت جان... روح افزا راحت جان..." محتشم کا ریکارڈ بھی بدل گیا۔

"اسے تو کہیں غائب کرو خدارا۔" وہ کراہے۔

"مگر آموں سمیت۔" وہ پھل کے تھیلے کو "چھپی" ڈال کے بیٹھ گیا۔ اب صابر رضوی نے سچ مچ "صابر" بنتے ہوئے اسے نظر انداز کرنے کا فیصلہ کیا۔

"بھائی گھر آ گیا؟"

"بھائی گھر سے جاتا کہاں ہے۔" وہ آموں سے لپٹا ہوا پوچھ رہا تھا۔ جواب فارینہ نے دیا۔

"تمہارے بارے میں نہیں، معتصم بھائی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ نہیں ابو جی! ان کا فون آیا تھا، آج ذرا دیر سے آئیں گے۔"

"اور ہاں رضوی صاحب! معتصم یہ بھی کہہ رہا تھا کہ آج وہ قسطوں پہ الیکٹرونکس کی چیزیں دینے والی ایک کمپنی سے بھی ہوتا ہوا آئے گا۔ آپ کے آفس کے لیے اے سی لینے کا سوچ رہا ہے۔" طلعت نے کچن سے نکلتے ہی خوش خبری دی۔

"کیا ضرورت تھی فضول خرچی کی۔ بجلی کا بل الگ سے بڑھے گا۔" انہوں فارینہ کو ایک اور گلاس بھرنے کا اشارہ کیا۔

"وہ کہہ رہا تھا کوئی نیا ماڈل ہے اور وہ نہیں ہوتا؟۔ نیا والا اے سی... وہ اسپلٹ... وہ والا نسبتاً کم قیمت اور بجلی بھی کم خرچ کرتا ہے۔ قسطوں پہ لے رہا

ہے' آسان اقساط میں بارہ تیرہ ہزار کا پڑے گا۔"

"پھر بھی۔۔۔ اور خرچے کیا کم ہیں۔ اس سے کہو' بچا کے رکھنے کی عادت ڈالے۔ پچھلے سال ہی گھر میں ایک اور اے سی لگایا ہے۔ حالانکہ لاؤنج میں' میں نے لگا تو رکھا تھا۔ ڈرائنگ روم میں نیا صوفہ سیٹ ڈلوایا اور تو اور مین گیٹ پورا کا پورا بدل ڈالا۔ فضول میں گیٹ پہ بیس تیس ہزار لگا ڈالے۔"

"خیر سے کماتا ہے' اللہ کا شکر ہے کمائی میں برکت ہے اور اس کا شوق ہے نئی نئی چیزوں کے اضافے کا۔ آپ خود دیکھیں' ساری فیملی ایک اے سی کی وجہ سے اسی لاؤنج میں رات گزارتی تھی۔ اب ہم دونوں اور فارینہ اپنے کمرے میں ہوتے ہیں اور دونوں بھائی یہاں آزادی سے سوتے ہیں۔ صوفہ بدلنا بھی ضروری تھا۔ پندرہ سال پرانا تھا' نئی پالش کرائے بھی چھ سال ہو رہے تھے۔ لوگ آتے جاتے رہتے ہیں' مہمانوں کے سامنے عزت بھی رکھنا ہوتی ہے اور رہا مین گیٹ۔۔۔ تو ہمارے گیٹ کا سارا رنگ اڑ چکا تھا۔ میں نے تو صرف پینٹ کرانے کا کہا تھا مگر اسے آہن راڈ کے منقش کام والا آہنی گیٹ بھایا تو پورے کا پورا بدل ڈالا۔ اس کا شوق تھا' اپنی کمائی سے پورا کر رہا ہے۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔ بیٹا ماشاء اللہ نہ صرف اچھا کما رہا ہے بلکہ اپنا سوچنے کے بجائے گھر کے حالات سدھارنے کے لیے کوشاں ہے۔ آپ کا آفس دوسری منزل پہ ہے۔ ساری گرمیاں جھلس کے رہ جاتے ہیں۔ اس سے دیکھا نہیں جاتا' اس لیے اے سی لگوا رہا ہے۔ آپ کو کیا اعتراض ہے؟۔" ہمیشہ کی طرح طلعت نے اپنے بڑے بیٹے کی حمایت میں لمبا چوڑا بیان دیا۔ اس دوران محتشم مدبرانہ انداز میں مسلسل سر زور زور سے ہلاتا رہا۔

"میرے بچے' میرے نونہال۔۔۔" اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی بھائی کی تصویر سینے سے لگا کر بے حد جذباتی انداز میں تان لگائی۔

"ایک تو یہ "اشتہاری نمونہ" نجانے کیا سوچ کر تم نے پیدا کیا ہے۔" سارے دن کی گرمی انہوں نے طلعت پہ نکال دی۔

"ایسی باتیں کرتے ہیں آپ۔" نہیں جوان بچوں کے سامنے اس عزت افزائی پہ شرم بھی آئی اور غصہ بھی۔ شرم تو چھپالی' البتہ غصہ دبانے کا تکلف نہ کیا۔

❁ ❁ ❁

"چلو آپا! بہت بہت مبارک ہو' دیر سے ہی سہی مگر اپنی چھت تو نصیب ہوئی۔" طلعت نے گرمجوشی سے بڑی نند کو مبارک باد دی۔ بتول بی بی آج ہی گجرات سے یہ خوش خبری بھائی کو سنانے آئی تھیں کہ ان کے بڑے اور منجھلے بیٹے نے بالآخر مل جل کر اس پلاٹ پہ ایک مکان تعمیر کر ہی لیا ہے جو ان کے مرحوم شوہر عمر بھر کے جمع جتھے سے خرید کر ان کے لیے چھوڑ گئے تھے اور آہستہ آہستہ مکمل کراتے کراتے بھی دونوں بھائیوں کو یہ گھر بنانے میں چار سال لگ گئے۔ بتول بی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

"ابھی پلستر ہوا ہے' رنگ و روغن رہتا ہے۔ میں نے دیاج سے کہہ دیا ہے کہ بس بسم اللہ کرو۔ اگلے مہینے منتقل ہو جاتے ہیں۔ سراج کا تو ارادہ تھا کہ ایک ہی بار سارا کام مکمل ہونے کے بعد وہاں جائیں مگر میں نے سمجھا دیا ہے۔ دیکھو طلعت! ایک سرکاری ملازم یعنی تنخواہ دار اور وہ بھی حلال کی تنخواہ والا' دوسرے کاروبار ذرا ٹھنڈا ہی جا رہا ہے پھر بھی دونوں کی ہمت' حوصلہ اور سب سے بڑھ کے ان کی بیویوں کا صبر' قناعت۔ اپنی محدود آمدنی سے بھی بچت کر کر کے دونوں بہوئیں کمیٹیاں ڈالتی اور بچتیں کرتی رہیں۔ صرف اس لیے کہ کرائے کی چھت سے نجات ملے۔ پیروں تلے اپنی زمین اور سر پہ اپنی چھت ہو' ورنہ کس عورت کا دل نہیں چاہتا اچھا پہننے اوڑھنے کو یا اولاد کو اچھے سے اچھا کھلانے کو۔ اس کے باوجود پچھلا سارا سال تعمیر کا کام رقم نہ ہونے کی وجہ سے رکا رہا۔ سیمنٹ' اینٹ لکڑی وغیرہ کی قیمتیں تو ایک طرف۔۔۔ مزدوری بھی

خاصی مہنگی ہو گئی ہے۔ مجھے تو لگنے لگا میں اپنے گھر کی آس لیے ہی اس دنیا سے چلی جاؤں گی۔ کوئی امید نہ تھی کہ اگلے کئی سال تک تعمیر کا کام دوبارہ شروع ہونے کی۔ اتنے سال تک دونوں نے جو پائی پائی جمع کی تھی' وہ سب لگ گئی۔ اب مہینے کی آمدنی سے کھینچ تان کے بھی ہر ماہ چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں نکل سکتے تھے۔ تم جانو' آج کے دور میں اس سے کیا بنتا ہے۔ اللہ بھلا کرے ان نیک بختوں کا۔ سارا زیور لا کے خاوندوں کے آگے رکھ دیا کہ گھر بن جائے۔ زندگی رہی تو زیور گھڑنے بنانے کے موقع بہت۔ اب گھر مکمل ہے' بجلی کی اوپری آرائش' یہ رنگ و روغن' چھت کے اینٹے' باورچی خانے کی ٹائلیں وغیرہ آرام سے آہستہ آہستہ لگتی رہیں گی۔"

"درست کہہ رہی ہیں آپا! یہ تو ثانوی باتیں ہیں۔ آپ کو جلد از جلد نئے گھر میں چلے جانا چاہیے۔ نیک کام میں دیر کیسی۔"

"ہاں اسی لیے آئی تھی۔ سوچا صابر سے بات کر لوں' وہ کب سہولت سے فارغ ہو گا۔ ایک ہی بھائی ہے میرا' اس خوشی کے موقع پہ تم سب کا ہونا ضروری ہے۔ پہلے میلاد ہو گا پھر نئے گھر میں قدم رکھیں گے۔"

"میری ننھی پری۔۔۔ نئے گھر کو چلی۔۔۔"

محتشم نے گنگناتے ہوئے پیچھے سے آ کر پھوپھی کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

"شرم کر' کسی آئے گئے کا یا چھوٹے بڑے کا ہی لحاظ کر لیا کر۔" طلعت نے اپنے بیٹے۔۔۔ بقول شوہر کے "اشتہاری نمونہ" کو ایک چپت رسید کی۔

"یہ دل مانگے اور۔۔۔" ادھر سے مزید فرمائش ہوئی تو بھاوج ہوئی طلعت' بتول کو سرشار سا دیکھ کے خود بھی مسکرانے پہ مجبور ہو گئیں۔

❁ ❁ ❁

"امی! پھوپھی جی نے تو بڑی اچھی خبر سنائی۔" جیسے ہی مقسم گھر میں آیا تو یہ خبر سنتے ہی طلعت کے کمرے میں چلا آیا۔

"ہاں بہت خوش ہیں آپا' اللہ نے ان کی سن لی۔"

"امی! میں سوچ رہا تھا' ہمیں اس موقع پر ایسا تحفہ لے جانا چاہیے جو اسی مناسبت سے ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں بلکہ تمہارے ابو ہی تو آپا کے میکے کا واحد مان ہیں۔ میں تو ان کا جوڑا' ان کے بیٹوں' بہوؤں کے جوڑوں کے ساتھ ساتھ مٹھائی کا ٹوکرا اور نقد دو ہزار دینے کا سوچ رہی ہوں۔"

"یہ جوڑے وغیرہ رہنے دیں اور دو ہزار دینے سے کیا ہوتا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ پھوپھی جی سے بات کر کے ان کے مکان کا رنگ و روغن کرانے کی پیشکش کروں۔"

اس بات پہ بستر کی چادر پھیلاتی طلعت ہڑبڑا اٹھیں۔

"ہوش میں تو ہو معتصم! کوئی آٹھ دس ہزار کا خرچا نہیں۔ کم از کم تیس چالیس ہزار لگیں گے۔ آرام سے بیٹھے رہو' خبردار جو اب منہ سے یہ بات نکالی تو۔ ارے خوشی مجھے بھی ہے' ٹھیک ہے دنیاداری' رشتے داری نبھانے کو لینا دینا بھی پڑتا ہے اور میکے والے ہونے کے ناتے ہمارا فرض' دنیاداری اور رشتہ داری سے کچھ بڑھ کے ہے لیکن اتنا بڑھ بڑھ کے کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ جتنی چادر ہو اتنا ہی پاؤں پھیلاؤ۔ قرض لے کر خود کو زیربار کرو گے کیا؟ تمہاری ماہانہ آمدنی ماشاء اللہ تیس ہزار سے اوپر ہے لیکن خرچے بھی اسی حساب سے بڑھے ہیں۔ بیٹا! تمہاری سوچ اچھی' جذبہ نیک مگر ناقابل عمل ہے۔" ماں کے حتمی اور دو ٹوک انکار پہ وہ چپ ہو گیا پھر کچھ خیال آنے پر کہا۔

"پھر بھی۔۔۔ اچھا ایک کمرے میں کارپٹ ڈلوا دیتے ہیں اور کوئی مناسب قیمت والا صوفہ سیٹ۔ نئے گھر میں یہ تحفے ان کی ضرورت کے مطابق ہوں گے۔"

"دونوں میں سے کوئی ایک ٹھیک رہے گا مگر کارپٹ ہو یا صوفہ' بات سات آٹھ ہزار سے اوپر نہیں جانی چاہیے۔"

اس نے مزید بحث کرنے کے بجائے بعد میں ابو سے اس کا ذکر کیا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ آپا بہت خوددار ہیں۔ بیوگی کے عرصے میں جب سراج اور وہاج دونوں ابھی عملی میدان میں مستحکم نہیں ہوئے تھے' تب بھی انہوں نے کسی قسم کی امداد لینا گوارا نہیں کیا۔ تب تم بھی اپنے پیروں پہ نہیں جمے تھے۔ میرا کاروبار بھی ڈانواڈول ہی تھا پھر بھی موقع ملنے پہ تحفے وغیرہ کے سہارے میں نے مقدور بھر بہن کی مدد کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ حسنہ کی شادی پر مہنگا تحفہ دینے کی حالات اجازت نہیں دیتے تھے۔ اکلوتا ماموں ہونے کی حیثیت سے محض لفافہ تھما کے بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ بالآخر تمہاری امی کی مخالفت کے باوجود قسطوں پہ فریج اور واشنگ مشین لے کر جہیز کے تحفے میں رکھی۔ قسطوں کا کیا ہے' دو تین سال میں اتر گئیں۔ اب تو اللہ کا شکر ہے' میرا کاروبار بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ تم پر تو خیر ماشاء اللہ' اللہ کا خاص کرم ہے۔ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہے ہو۔ اگر تم باآسانی افورڈ کر سکتے ہو تو پھر ڈرائنگ روم کے لیے کارپٹ اور صوفہ سیٹ دونوں لے ڈالو۔ میں نے ابھی اسی ہفتے ایک بہت ویلیو والے کمرشل پلاٹ کا سودا کرایا ہے۔ کمیشن میں پچیس ہزار ملے ہیں۔ پندرہ ہزار تمہاری ماں کو دینے ہیں۔ اس نے فارینہ کے لیے کوئی سیٹ بنانے کے لیے دے رکھا ہے وہ بقایا پیسے ادا کر کے لانا ہے۔ باقی دس ہزار آپا کے ہاتھ میں رکھ دوں گا مگر طلعت کو خبر نہ ہونے پائے۔ اسے یہی بتانا کہ کارپٹ تم اور صوفہ میں دے رہا ہوں۔"

ہمیشہ کی طرح صابر رضوی نے اپنی حکمت عملی اور کچھ مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے معاملہ سنبھال لیا۔ بچپن سے بے شک وہ ماں کے زیادہ قریب رہا تھا مگر گود میں لاڈ کروانے کی عمر سے نکلتے ہی وہ ذہنی اور جذباتی طور پر باپ کے زیادہ قریب ہو گیا تھا۔ انہوں نے عملی طور پہ اسے دنیا کا سامنا کرنے کے قابل بنانے کے لیے انگلی تھام کے چلایا تھا۔ ماں سے وہ اب بھی محبت کرتا تھا لیکن اپنا ہر مسئلہ باپ سے ہی ڈسکس کرتا۔ ہر قدم ان کے مشورے سے اٹھاتا۔ دونوں باپ بیٹا بہت سے معاملات میں رازدار بھی تھے اور گھر کا ماحول پرسکون بنائے رکھنے کے لیے پردہ پوش بھی۔

اگلے دن صابر رضوی نے اپنی آپا کے ہاتھ میں چپکے سے دس ہزار تھما دیے کہ وہ چاہے تو ان سے نئے گھر کے لیے اپنی مرضی کے مطابق جو بھی چیز لینا چاہیں لے لیں۔ کسی کو نہ بتانے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ نہیں چاہتے بہن کی خودداری کو ٹھیس پہنچے۔ اسی شام معتصم برادرز کلر کا صوفہ سیٹ اور اورنج براؤن شیڈ کا کارپٹ لے آیا تو وہ خوشی اور ممنونیت سے نہال ہو گئیں۔ طلعت کو اگرچہ دو دو تحائف پہ اعتراض ضرور تھا مگر شوہر کو منع بھی نہ کر سکیں کہ اگر بیٹا ایک تحفہ لا رہا ہے تو انہیں دوسرا لانے کی کیا ضرورت ہے کہ بہرحال وہ بتول بی بی

کے بھائی تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنے ماتھے کی شکن چھپا نہ سکیں جب وہ پھوپھی کو ایک خوبصورت لیمپ اور وال کلاک بھی دکھانے لگا۔

"اب ان کی کیا ضرورت تھی' بڑا فضول خرچ ہو رہا ہے یہ معتصم بھی۔"

"کمال ہے' تمہارے لیے کچھ لائے تو فراخدل اور کسی اور کے لیے لائے تو فضول خرچ۔ پھر ہزار پندرہ سو سے فرق ہی کیا پڑتا ہے۔ اتنا تو تم بھی جانتی ہو۔ دینے دلانے کے معاملے میں وہ ہاتھ روک نہیں پاتا۔ کوئی بھی اچھی چیز دیکھے تو قیمت کی پروا نہیں کرتا' چاہے اپنے لیے لینی ہو چاہے کسی اور کے لیے۔ دل کا بھی کھلا ہے اور ہاتھ کا بھی اور اللہ کھلا خرچ کرنے والے کو رزق بھی کھلا ہی دیتا ہے۔"

انہوں نے گویا بات ختم کر دی۔

❁ ❁ ❁

صابر رضوی پراپرٹی کا بزنس کرتے تھے۔ ابتدا میں کسی نیم سرکاری ادارے میں ملازم تھے۔ دس سال پہلے ہی استعفیٰ دے کر اس کاروبار کا آغاز کیا۔ پہلے تو کاروبار نرم ہی رہا مگر اب خاصا سنبھل گیا تھا۔ کم عمری میں شادی ہوئی تھی' اس لیے اولاد جوان ہونے اور شادی کو ستائیس سال ہونے کے باوجود اب بھی چاق و چوبند تھے۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بڑا بیٹا معتصم چھبیس سال کا سعادت مند' خوبرو' ذہین نوجوان تھا۔ تعلیمی دور شاندار انداز میں مکمل کرتے ہی اسے ایک ایکسپورٹ فرم میں اچھی پوسٹ پہ جاب مل گئی۔ تنخواہ ابتدا ہی سے بیس ہزار تھی۔ اب ترقی کرتے کرتے بڑھ چکی تھی۔ خود صابر رضوی بھی اس عمر میں اپنی کام کے ہموار دس پندرہ ہزار کما ہی لیتے۔ دوسرے نمبر کی بیٹی ڈیڑھ سال پہلے ہی بیاہی تھی۔ مہرینہ شادی کے بعد امریکہ رخصت ہوئی۔ طلعت نے بیٹے کی شاندار ملازمت کی امید میں اپنا سارا زیور مہرینہ کو دے دیا کہ فارینہ کے لیے بھائی لوبنا لے گا۔ جہیز تو نہ دینا پڑا' البتہ دوسرے خرچوں میں بھی دو تین لاکھ تو لگ گئے۔ صابر رضوی کی طرف سے جو کمی تھی' وہ بڑے بیٹے نے کمپنی سے لون لے کر پوری کی۔ جو اب حال ہی میں اترا تھا۔ تیسرے نمبر پہ فارینہ تھی جو بی ایس سی کے آخری سال میں تھی۔ بڑی بہن کی طرح ہی ذمہ دار' گھریلو اور قدرے سنجیدہ مزاج۔ سب سے چھوٹا محتشم تھا جو انٹر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ پڑھائی میں واجبی سا' شرارتوں میں تیز' ڈانٹ کھانے میں ڈھیٹ اور اپنی اونگی بونگی' اوٹ پٹانگ حرکتوں کی وجہ سے سب کی تنقید کا نشانہ بننے کے باوجود گھر کا سب سے لاڈلا اور چہیتا بچہ۔ اس وقت بھی یہ "لاڈلا" بھائی کے سامنے نئی فرمائش لے کر حاضر تھا۔

"میرے دل پہ ہنڈا راج کرے۔"

اس نے ایک ہاتھ کان پہ رکھ کے فلک شگاف تان بلند کی۔

"کیا مسئلہ ہے یار!" معتصم نے کان میں انگلی ٹھونستے ہوئے دریافت کیا۔

"میں تے ہنڈا اے لے سال۔" وہ نادیدہ مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ کسر رہ گئی تھی۔" طلعت نے ناگواری سے بڑبڑائیں۔ "سارا دن تمہاری موجودگی میں تو کلستی ہی رہتی ہوں' اب تمہاری غیر موجودگی میں بھی دل ہولتا رہے کہ نجانے کہاں پھٹپھٹی اڑا رہے ہو گے۔"

"تو پھٹپھٹی مام۔" وہ اسٹائل سے بولا۔

"برانڈ نیو ہنڈا بائیک۔ مائی ڈیر مام!"

"سن لو معتصم! کوئی ضرورت نہیں اسے وہ ہوائی گھوڑا لا کے دینے کی۔ ایک تو فضول میں پچاس ساٹھ ہزار کا خرچہ' اوپر سے خطرہ الگ۔ اس قدر تو لاپروا لڑکا ہے یہ۔ چلتا ڈھنگ سے نہیں ہے۔ ہر قدم پہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ سڑک پہ کیا خاک احتیاط سے موٹر سائیکل چلائے گا۔"

"لیکن بھائی جان! آپ نے وعدہ کیا تھا اس سالگرہ پہ مجھے میری پسند کا تحفہ دیں گے اور۔۔۔ وعدہ کرو تو پورا کرو' کسی کا اعتماد کبھی نہ توڑو۔"

"امی کی بات بھی ٹھیک ہے۔ ایسا کرو' کچھ دیر انتظار

کرو' اس برتھ ڈے پہ کچھ اور لے لو۔ اگلے سال مجھے بونس ملے گا' تو کچھ اور پیسے ملا کر تمہیں ایک سیکنڈ ہینڈ کار لے دوں گا۔ تب تک تمہارا ایڈمیشن میڈیکل کالج میں بھی ہو جائے گا۔ اچھے لگو گے گاڑی میں بیٹھ کے کنگ ایڈورڈ جاتے ہوئے۔"

"تو گویا کار کا ملنا' ایف ایس سی کے اچھے رزلٹ اور کنگ ایڈورڈ میں ایڈمیشن ملنے سے مشروط ہے۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے بڑبڑایا۔

☼ ☼ ☼

دو دن رہنے کے بعد جاتے جاتے بتول بی بی ایک اور تذکرہ چھیڑ گئیں۔

"طلعت! اب بیٹے کی بھی خبر لو۔ ماشاءاللہ چھبیس سال کا ہو گیا ہے۔ اپنے پیروں پہ کھڑا ہے۔ تم اب گھر میں بہو لانے کی سوچو۔"

"یہ ارمان تو میرا بھی ہے آپا! لیکن سوچتی ہوں' پہلے فارینہ کا کہیں ہو جائے۔"

"لیکن وہ تو ابھی پڑھ رہی ہے۔"

"ہاں' اس کے ابو اور بھائی تو اسے اور بھی پڑھانا چاہتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ بس اگلے سال اس فرض سے سبکدوش ہو ہی جاؤں تو اچھا ہے۔ بیسواں سال لگنے والا ہے فارینہ کو۔ ایم ایس سی کرنے لگی تو بیاہتے بیاہتے کم از کم تیئس چوبیس کی ہو جائے گی۔ ابھی بی ایس سی کا آخری سال ہے۔ سوچتی ہوں اچھا رشتہ مل جائے تو بات طے کر دوں۔ تیاری کرتے کرتے سال تو لگ جائے گا۔ جب تک یہ امتحان بھی دے لے گی۔"

"ساتھ ساتھ بہو کی تلاش بھی جاری رکھو۔ اگر تم فارینہ کو رخصت کرنے سے پہلے بہو نہیں لانا چاہتیں تو تمہاری مرضی لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ دونوں کام ساتھ ساتھ نمٹا ڈالو۔"

"ہاں اس بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔" وہ نیم رضامند ہوئیں' البتہ صابر رضوی کو اس گفتگو کی بھنک پڑی تو وہ پُرجوش ہو گئے۔ بتول بی بی کے جانے کے بعد بھی گھما پھرا کے وہی موضوع لے بیٹھتے۔

"تم سنجیدگی سے اس بارے میں سوچو' واقعی ہمارا بیٹا اب اس دور میں ہے کہ ہمیں اس کا گھر بسانے کا سوچنا چاہیے۔"

"بھئی میرا بہو لانے کا کوئی بہت اونچا معیار نہیں۔ نہ حور پری' نہ کسی سیٹھ یا صنعت کار کی اکلوتی بیٹی۔ بس اچھی شکل و صورت کی' مناسب حد تک تعلیم یافتہ' شریف خاندان کی' سگھڑ' سلیقہ شعار اور اچھے اخلاق والی بچی ہو اور ڈھونڈنے نکلو تو ایسی بہت اور میرا بیٹا تو ماشاءاللہ ایسا ہے کہ اچھے سے اچھا گھرانہ اسے داماد بنانے میں فخر محسوس کرے گا۔ مسئلہ تو بیٹی کا بر تلاشنے میں ہوتا ہے۔ چھان پھٹک کرنی پڑتی ہے۔ ہر تسلی تشفی کرنا پڑتی ہے۔ سو سو نزاکتیں' اونچ نیچ۔ کبھی تو سالوں لگ جاتے ہیں۔ آپ اتنے بے فکر کیوں ہیں اس جانب سے۔ ابھی سے ڈھونڈنا شروع کریں گے تو پتہ نہیں کتنا عرصہ لگے۔"

"ناامیدی اور کفر کی باتیں کیوں کرتی ہو طلعت! سیمینہ کا اتنا اچھا رشتہ بھی تو بن مانگے ہی اللہ نے گھر بیٹھے بھیج دیا تھا۔ دوسرے ملک بھیجتے ہوئے تم سو وسوسوں کا شکار تھیں مگر اللہ کا کرم رہا۔ اب فارینہ کا معاملہ بھی اللہ کے سپرد کرو۔ اسے تعلیم کا شوق ہے۔ مت رکاوٹ کھڑی کرو۔ پڑھنے دو اسے اور۔۔۔ اس دوران اچھا رشتہ ملا تو بات طے کرنے میں مضائقہ نہیں مگر فی الحال مقسم کا معاملہ طے کرنے کا سوچو۔"

ناچار اس بڑھتے دباؤ کے زیر اثر وہ بہو تلاش کرنے کی مہم کا آغاز کر بیٹھیں جس کام کو آسان سمجھ کے دعوا کیا تھا "ڈھونڈنے نکلو تو ایسی بہت" اس کی حقیقت اب سامنے آئی کہ یہ کس قدر کٹھن مرحلہ تھا۔ اگرچہ بیٹے نے بھی کوئی خاص شرائط نہ بیان کی تھیں۔ ان کا معیار بھی صرف اخلاق و کردار تک تھا۔ اس کے باوجود اور بہت سی باریکیاں مدنظر رکھنا پڑتی ہیں۔ کوئی لڑکی اخلاق و سلیقہ شعاری میں باکمال نظر آتی تو شکل و صورت کے لحاظ سے معمولی یا قبول صورت بھی نہ کہلائی جا سکتی تھی۔ بے شک حور پری نہ سہی مگر ایسی ہوتی کہ ان

کے بیٹے کے ساتھ جچتی۔ کوئی لڑکی دیکھنے میں بھی ٹھیک ٹھاک ہوتی' گھریلو مزاج بھی مگر تعلیم بے حد معمولی جبکہ بیٹے کی تعلیم کے لحاظ سے لڑکی کا کم از کم بی اے ہونا لازمی تھا۔

ایک جگہ بات تقریباً فائنل تھی کہ سُن گُن ملی۔ خاندان کے حوالے سے شہرت اچھی نہیں۔ ایک بھائی قتل اور ڈکیتی کے الزام میں جیل کاٹ چکا ہے۔ باپ بھی دھوکا دہی کے معاملات میں ملوث رہا ہے۔

اللہ اللہ کر کے ایک پڑوسن کے توسط سے ایک متوسط گھرانے میں ایک بینک آفیسر کی بیٹی پسند کرنے گئیں۔ لڑکی ایم اے انگلش کے آخری سال میں تھی۔ عمر تیئس سال مگر دیکھنے میں نازک' کامنی سی انیس بیس سے اوپر نہ نظر آتی۔ رنگت بہت اجلی نہ سہی مگر صاف اور جلد بے داغ تھی۔ نقش بھی موزوں تھے۔ بے حد غیر معمولی اور چونکا دینے کی حد تک دلکش نہ سہی مگر ایک خاص طرح کی جاذبیت اور ملاحت تھی۔ سادہ بناوٹ کے حامل لبوں پہ بے حد دلفریب مسکراہٹ ہمہ وقت سجی رہتی۔ چمکتے جگنوؤں سی حال بھنورا آنکھوں میں بھی ایک نرم سی گرمجوشی تھی۔ گھنے سیاہ بال بے حد لانبے تھے۔ طلعت کو پہلی ہی نظر میں وہ بوٹے سے قد کی دھان پان ہنس مکھ لڑکی بے حد بھائی۔

گھرانہ بھی مناسب تھا۔ بڑا بھائی کویت میں ملازمت کرتا تھا' البتہ اس کی بیوی اور بچے یہیں اسی گھر میں رہتے تھے۔ خاصی معقول مزاج خاتون تھیں۔ ان کی بھابھی۔ کم گو مگر مہمان نواز' ماں بھی اچھی لگی۔ دوسری بہن بھی خاصے اچھے اور متمول گھرانے میں بیاہی گئی تھی۔ اجالا سب سے چھوٹی تھی۔ ہنس مکھ' خوبصورت اور بااخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں سلیقہ' سلیقہ اور احساس ذمہ داری کے بھی اوصاف پائے جاتے تھے۔ اگلے چکر میں وہ بتول بی بی' صابر رضوی اور فارینہ کو بھی لے آئیں۔ ان کی جانب سے ہاں کی سند ملنے پہ انہوں نے اجالا کی تصویر بیٹے کو دکھائی اور اس کی رضامندی ملنے پہ بالآخر رشتہ طے

ماہنامہ
حنا
لاہور

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

جولائی کا شمارہ شائع ہو گیا ہے

جولائی 2004 کے شمارے کی ایک جھلک

اداکارہ ریشا سے گفتگو

اس ماہ کی شخصیت میں: کرکٹر عمران نزیر کی باتیں

مناہل بٹ کا مکمل ناول : محبت زندگی کی صورت

شمع جبیں کا مکمل ناول : محبت تیرے رنگ ہزار

شازیہ رفیق کا ناولٹ : اعتبار محبت

صاعقہ ملک، راحیلہ سمیع، فوزیہ غزل، ثنا ظفر، سپاس گل اور قدسیہ امین کے افسانے

ساحلوں کی اُداسی زرنین آرزو کا سلسلے وار ناول

سیما بنت عاصم کا ناول عشق میں روگ ہزار سائیں

اس کے علاوہ

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں، انشا، نامہ، انٹرویوز اور شوبز کی دنیا کی دلچسپ معلومات کے علاوہ

حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں

جولائی 2004 کا شمارہ

آج ہی قریبی بک اسٹال سے طلب کریں۔

کردیا۔ چار ماہ بعد اس کے امتحان ہونے والے تھے۔ اس کے فوراً" بعد شادی مقرر کی گئی۔ منگنی وغیرہ کا جھنجٹ نہ پالا گیا۔ سبرینہ کو بھی اطلاع دے دی گئی۔ ویسے بھی اس کی شادی کو دو سال ہو رہے تھے اور اب تک وہ پاکستان نہ آئی تھی۔ اس کا منا سا بیٹا دیکھنے کی بھی آس تھی۔ سبرینہ نے بھائی کی شادی کا سنتے ہی خوشی کا اظہار کیا اور شادی سے ڈیڑھ ماہ پہلے آنے کا عندیہ ظاہر کردیا۔ تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئیں۔

❁ ❁ ❁

"شادی کی تیاری شروع ہوتے ہی میں "صوفی" گھر لے آئی۔

قریب کے چیدہ چیدہ مہمان شادی سے دو تین ہفتے پہلے ہی تیاریوں میں مدد کی خاطر آچکے تھے۔ خصوصاً" لڑکیاں کیونکہ فارینہ ایسے معاملات میں تقریباً" کوری تھی' جبکہ سبرینہ آتے ہی چند روز سسرال میں رہی پھر بھائی کی شادی کی وجہ سے اس کے یہاں طویل قیام پہ کسی نے اعتراض تو نہ کیا مگر ہر دوسرے تیسرے دن اسے بچے کو لے کر سسرال جانا پڑتا۔ اس کا شوہر عثمان ابھی پاکستان نہیں آیا تھا' اس لیے طلعت نے نند اور بہن بھائی کی بچیوں کو مدد کے لیے بلا رکھا تھا۔ اس وقت بھی لاؤنج میں سلے' ادھ سلے کپڑوں کا ڈھیر لگا تھا۔ طے کیا جارہا تھا کہ بری کے لیے اور کپڑے رکھوائے جائیں یا یہ کافی ہیں۔ کسی کو دوپٹے رنگوانے کی ذمہ داری دی جارہی تھی' کسی سے ٹیلر کا حساب مانگا جارہا تھا۔ ایک طرف طلعت' بتول بی بی سے مشورہ کررہی تھیں کہ چونکہ مایوں اور مہندی کے لیے کھانے کا انتظام گھر پہ ہوگا' اس لیے مینیو کیا رہے گا اور کیا کیا سامان منگوانا پڑے گا۔

"میں اپنے دیور کو فون کرتی ہوں' گکھڑ منڈی میں رہتا ہے۔ وہاں عمدہ باسمتی چاولوں کی بوری سستے میں مل جاتی ہے' دیگ کے لیے ٹھیک بھی رہتی ہے' وہ منگوالو۔ ویسے بھی فنکشن کے کھانے کے علاوہ گھر میں آئے مہمانوں کے لیے دو وقت کا کھانا' ناشتہ' چائے وغیرہ بنے گی۔ ایک ہی بار گوشت' چاول مسالوں اور گھی کا ذخیرہ کرلو۔" انہوں نے رائے دی۔

اتنے میں مختشم نے اپنا "اشتہاری شوشہ" چھوڑا۔ سب کزنز دلچسپی سے اس کی جانب متوجہ ہو گئیں۔ ماسوائے فارینہ کے لیے' وہ اس معمول سے بور ہو چکی تھی۔ طلعت بھی سر پہ ہاتھ مار کے رہ گئیں۔

"صوفی پہ اعتماد جو تھا۔" اس نے گردن مٹکائی۔

"اگلے روز دیکھا' گھر کا بھی صفایا اور صوفی صاحب بھی غائب۔ ڈنگ ڈانگ۔" سب لڑکیوں کے قہقہے ابل پڑے۔ طلعت نے شکایتی نظروں سے نند کو دیکھا جو خود بھی مسکرا رہی تھیں۔

"آپا دیکھا اس لڑکے کو' نہ کوئی کام کرتا ہے' نہ کسی ذمہ داری کا احساس۔ بس پھلجڑیاں جتنی مرضی چھڑوا لو باتوں کی۔ جس کی شادی ہے وہ بے چارہ' خود ہی سارے کام دیکھ رہا ہے' گھر کے بھی اور باہر کے بھی۔ کبھی مووی والے کے پاس' کبھی لائٹنگ کا انتظام کرانے' کبھی ہوٹل کی بکنگ کے لیے۔ اسے کوئی کام کہو تو اپنا باجہ بجانے لگ جاتا ہے۔"

"نا طلعت! یہ تو رونق ہے میرے بھائی کے گھر کی۔"

"تو ہی میرا پیار ایوری ڈے۔" وہ ممنونیت کے اظہار کے لیے گھٹنوں کے بل بیٹھ کے پھوپھی کا ہاتھ آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اتنے میں معتصم کی گاڑی کا مخصوص ہارن بجا۔ ایک کزن کی سالہ بچی نے کھڑکی سے جھانک کے دیکھا۔

"ماموں ٹرک پہ آئے ہیں۔" اس اطلاع پہ سب ہی چونک اٹھے۔ مختشم نے وضاحت کی۔

"ہاں بھائی جان کہہ رہے تھے' آج کچھ سامان لانا ہے۔" وہ مدد کی غرض سے باہر نکلا۔ کچھ ہی منٹ بعد دونوں بھائی مزدوروں کی مدد سے کچھ سامان ٹرک سے اتروا کے اندر رکھوا رہے تھے۔

"یہ سب کیا ہے بیٹا!" طلعت نے پوچھا۔

"اے کیا لڑکی والوں نے جہیز کا سامان تین ہفتے

پہلے بھجوا ڈالا۔ ایسی کم جگہ پڑ رہی تھی ان کے ہاں۔" مختشم کی بڑی ممانی نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں امی! آپ سے ذکر تو کیا تھا میں نے کہ اوپر کے پورشن کو سیٹ کرنے کے لیے کچھ شاپنگ کروں گا۔" صابر رضوی نے کئی سال پہلے اپنی مختصر سی فیملی کی ضرورت کے لحاظ سے یہ سنگل اسٹوری مکان تعمیر کرایا تھا۔ نیچے کے پورشن میں ڈرائنگ' ڈائننگ' لاؤنج اور کچن کے ساتھ ساتھ تین بیڈ رومز بھی تھے جو اراکشادہ تھا وہ صابر رضوی اور طلعت کا تھا۔ ایک میں دونوں بہنیں اور دوسرے میں دونوں بھائی رہتے تھے۔ طلعت کے میکے کے سب ہی قریبی عزیز اور صابر رضوی کی بہنیں سب ہی دوسرے شہروں میں رہتے تھے۔ چھٹیوں میں اپنی اپنی فیملی کے ساتھ آتے تو کسی نہ کسی طرح گنجائش پیدا کرلی جاتی۔ سبرینہ کی منگنی کے بعد رضوی صاحب نے اوپر کے پورشن میں ایک اسٹور روم اور ایک بیڈ روم بنوایا مگر دیگر اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے تعمیر کا کام مکمل نہ کرا سکے۔

ان ادھورے کمروں میں سبرینہ کے جہیز کا سامان جمع کیا جانے لگا۔ اب بھی ان ڈیڑھ کمروں میں گھر کا فالتو سامان' بستروں کی جست کی پیٹی' کئی عدد سوٹ کیس' فالتو پلنگ وغیرہ رکھے تھے۔ متوسط طبقے کی سمجھ دار ماؤں کی طرح طلعت نے ایک بیٹی کے فرض سے سبکدوشی کے بعد اب فارینہ کے لیے جہیز کا سامان رفتہ رفتہ بنانا شروع کردیا تھا۔ اسٹور میں رکھی ایک بڑی پیٹی میں باہر سے منگوائے کمبل' ڈنر سیٹ' جوسر' ٹوسٹر' دوپٹوں کے تھان' استری' شنیل کی رضائیاں' ملتانی کھسے اور مہنگی بیڈ شیٹیں جمع کر رکھی تھیں۔ صابر رضوی نے بیٹے کو شادی کے بعد اوپر کے پورشن میں منتقل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ لہٰذا معتصم نے ایک بار پھر کمپنی سے لون لیا۔ پہلا لون بھی اس کی سیلری میں سے کٹتے ہوئے قسطوں میں دو سال میں اتر گیا تھا۔ اس رقم سے اس نے اوپر کا بیڈ روم مکمل کرایا۔ بس کھڑکیوں کے شیشے' رنگ روغن اور باتھ روم میں سینٹری کی فٹنگ کا کام باقی تھا۔ وہاں کا فالتو سامان ساتھ والے اسٹور روم میں منتقل ہوا۔

معتصم نے کمرے کے سامنے ایک کشادہ ہال بھی بنوایا جو بیک وقت لاؤنج' لونگ روم یا سٹنگ روم کا کام دے سکتا تھا کہ ملنے کے لیے آنے والوں کو مختصر سے بیڈ روم میں بٹھانے کے بجائے یہاں بٹھایا جاسکے۔ اس نے تعمیر کا کام مکمل ہوتے ہی یہ جتلا دیا تھا کہ اجالا کے گھر والوں سے جہیز میں اضافی سامان کا مطالبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے طور پہ جو لا رہے ہیں' وہی درست ہے۔ باقی کا انتظام وہ خود کرلے گا اور یہی انتظام وہ اس وقت کرکے آرہا تھا۔ بہت پہلے اجالا کا بھائی کمرے کی کھڑکیوں وغیرہ کا سائز لے گیا تھا پردوں کے لیے اور طلعت سے فرنیچر کے کلر کے بارے میں بھی مشورہ کیا گیا تھا' اس لیے یہ طے تھا کہ جہیز میں صرف بیڈ روم کا فرنیچر آرہا تھا۔ وہ اپنے لیے ایک خوبصورت رائٹنگ ٹیبل' بک ریک' لیمپ' وال کلاک' کین کا صوفہ' لاؤنج کا کارپٹ اور پردے لے کر آیا تھا۔ طلعت کو کچھ کچھ اندازہ تو تھا مگر یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ یکمشت چالیس پچاس ہزار خرچ کرڈالے گا۔

"بیٹا! میں نے تو پہلے بھی کہا تھا اس کی کیا ضرورت ہے۔ نیچے جگہ ہوتی تو تمہیں اوپر کا سے کو بھیجتے بلکہ میں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ مختشم اوپر کے کمرے میں چلا جائے۔ تم نیچے رہ جاؤ۔ تم ہی نہ مانے مگر اوپر کے کمرے میں رہنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ تمہارا نیچے سے عمل دخل ختم ہو جائے گا۔ یہ اتنا بڑا ڈرائنگ روم کس لیے ہے۔ تمہارے ہمارے مہمان کیا الگ الگ ہیں؟ کیا ضرورت تھی اتنا پیسہ الگ سے لاؤنج میں لگانے کی؟۔"

"آپ کی بات درست امی! لیکن میں کمپیوٹر ورک کے لیے بار بار نیچے مختشم کے کمرے میں تو نہیں آسکتا۔ نہ ہی یہ رائٹنگ ٹیبل اور بک ریک اپنے بیڈ روم میں رکھ سکتا ہوں۔ مختصر سا کمرہ ہے' جہیز کا بیڈ' ڈریسنگ وغیرہ آنے کے بعد کہاں جگہ بچے گی۔" وہ وقتی طور پہ چپ ہو گئیں۔ البتہ رات کو صابر رضوی سے ذکر کیے بغیر نہ رہ سکیں۔

"پیسہ اُڑاتے ذرا ہاتھ نہیں کانپتا اس لڑکے کا۔ کون سا بینکوں میں خزانے دھرے ہیں۔ تین لاکھ کا قرضہ لیا ہے۔ کوئی قرض کے پیسے بھی بھلا اس طرح بے دردی سے لٹاتا ہے۔ پہلے ڈیڑھ لاکھ تو اوپر کے پورشن کی تعمیر پہ لگ گئے۔ باتھ روم میں بھی اس نے عمدہ والا سامان فٹ کرایا۔ اب یہ فرنیچر وغیرہ۔ میں پوچھتی ہوں اس سے حساب لیں، کچھ باقی بچا بھی ہے یا نہیں۔ کیا اب ولیمہ کے اخراجات کے لیے مزید قرضہ لیا جائے گا؟۔ قرضہ اتارتے اتارتے بوڑھا ہو جائے گا۔"

"فضول باتیں کیوں کر رہی ہو طلعت! پہلے بھی تو قرضہ لیا تھا، بہن کی شادی پہ۔ تب تنخواہ اتنی نہ تھی پھر بھی کٹتے ہوئے پتا بھی نہ چلا، کب دو سال گزرے اور لون اتر گیا۔ اب ماشاء اللہ تنخواہ بیالیس ہزار ہو رہی ہے۔ اب تک تیس ہزار میں باآسانی گزارہ ہو رہا ہے۔ گھر پہ کھلا خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں سے بچا بھی لیتا ہے۔ وقتاً فوقتاً تمہیں بھی فارینہ کے لیے دیتا ہی رہتا ہے۔ آئندہ بھی تیس ہزار میں گزارا ہو جائے گا۔ باقی بارہ ہزار کٹوتی میں لگ جائیں گے۔"

"شادی سے پہلے بیس ہزار دیتا تھا، اب گھر میں نئے فرد کا اضافہ ہو گا، زیادہ رقم دینی چاہیے۔"

"اری نیک بخت، آنے والی کیا سونے چاندی کے لقمے کھائے گی۔ خدا میرے ہاتھ پیر سلامت رکھے، میں بھی تو ہر ماہ معقول رقم دیتا ہوں۔ ساری تنخواہ تمہارے ہاتھ پہ کیسے رکھ دے وہ۔ جوان بچہ ہے، اپنے بھی اخراجات ہیں اس کے اور اب گھر والی آئے گی، اس کو بھی خرچہ دے گا۔"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کے رہ گئیں۔ کہنے کو تو بہت کچھ تھا مگر جانتی تھیں کہ صابر رضوی کے پاس اسے رد کرنے کے لیے دلائل بھی بہت ہوں گے۔

❁ ❁ ❁

مایوں سے صرف تین روز پہلے کی بات تھی۔ ڈھولک رکھی جا چکی تھی۔ ایک جانب لڑکیاں مہندی کے گیتوں کے مقابلے کی تیاری کر رہی تھیں تو دوسری جانب بری کے جوڑے ٹانکے جا رہے تھے۔ سبینہ ابھی کل ہی جا کے تقریبات میں پہننے والے ملبوسات ایک مہنگی بوتیک سے لائی تھی اور اس وقت سب کو دکھا کے داد وصول رہی تھی۔

"مہندی کے روز تو میں اپنا شادی والا لہنگا پہنوں گی پھر کہاں ایسا موقع ملے گا اس لباس کو پہننے کا۔ جب سے شادی ہوئی ہے، پیک پڑا ہے۔"

"ہاں ہاں ضرور۔ تم بڑی بہن ہو دولہا کی۔ تمہاری تو سج دھج نرالی ہونی چاہیے۔ میری حسنہ بھی خیر سے اپنا عروسی غرارہ پہنے گی۔ میں نے تو کہہ دیا کہ آخر تمہارے بھائی کی شادی ہے۔ اس کا ارادہ بارات والے دن پہننے کا ہے لیکن اگر تم مہندی پہ پہن رہی ہو تو ٹھیک ہے، میں اسے فون کر دیتی ہیں کہ وہ بھی مہندی والے دن پہنے۔"

بتول بی بی نے اپنی بیاہتا بیٹی حسنہ کا ذکر کیا جو سبینہ کی اچھی دوست تھی اور اس کی شادی سبینہ کی شادی سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی تھی۔

"اور یہ شرارہ فارینہ کے لیے ریڈی میڈ لیا ہے۔" سبینہ نے گرین اور اورنج کنٹراسٹ کا راجھستانی شرارہ پھیلایا۔ فارینہ کی شاپنگ بھی اس نے کی تھی۔ طلعت نے گھر آئی سب ہی مہمان بچیوں کے سب مایوں پہ پہننے کے لیے ایک جیسے چائنا سلک کے پاجامے پہ گوٹے کا کام کرایا تھا، ساتھ میں گوٹے سے سجے ٹائی اینڈ ڈائی دوپٹے۔

"یہ ساڑھی دیکھیں خالہ! اچھی ہے نا پھوپھو کی پورے گیارہ ہزار کی ہے۔"

"اس کی خوبصورتی کے آگے تو گیارہ ہزار کچھ نہیں۔" طلعت نے بھی تعریف کی۔ کاہی رنگ کی ساڑھی سرخ نگینوں اور زرتار کے کام سے بھری تھی۔

"بارات کے لیے کوئی لباس پسند نہیں آیا، اس لیے ریڈی میڈ لانے کے بجائے آرڈر دے رکھا ہے۔ پرسوں تک انشاء اللہ مل جائے گا۔ اس کے بارے میں ابھی نہیں بتاؤں گی، وہ سرپرائز ہے اور باقی

جیسے میلاد، مکلاوا اور دیگر دعوتیں وغیرہ۔ ان کے لیے میں جہیز اور بری کے کافی سوٹ ساتھ لائی ہوں۔ وہاں امریکہ میں تو پہننے کا موقع نہیں ملتا اور یہ فارینہ کے دو سوٹ مزید۔ یہ بلیک اور سلور ولیمے کے لیے اور یہ میرون کلر کا بارات کے لیے۔"

"میرے منعم نے بہنوں کو کھلا خرچا دیا ہے شاپنگ کے لیے۔" طلعت نے بلند آواز میں کہا۔

"سبینہ کو تو اس نے عثمان اور بچے کے کپڑوں کے لیے بھی پیسے دیے ہیں۔"

"ہاں بھئی یہ تو ہے، ہمارے بھائی جان ہیں بڑے دل والے۔"

"کچھ پتا ہے کہ نیگ کے لیے ان کا کیا ارادہ ہے۔" ایک اور شادی شدہ کزن نے سبینہ سے سن گن لی۔

"پیسے تو سب ہی دیتے ہیں۔ کوئی ہزار دو ہزار، کوئی دس بیس ہزار۔ تمہیں چاہیے بھائی سے کوئی سونے کی چیز مانگو۔"

"بھئی مجھے سونے کی ضرورت ہے نہ شوق۔ جو ہے اسے پہننے کا بھی موقع کم ملتا ہے۔ یہ دو انگوٹھیاں، ایک بہن اور ٹاپس کی دو تین جوڑیاں ہیں انہیں ہی بدل بدل کے پہن لیتی ہوں۔ ہاں بھائی کی شادی پہ موقع ملے گا میکے اور سسرال کی طرف سے ملے ہوئے زیور پہننے کا۔ ایسے میں مزید لے کر کیا کرنا ہے۔" سبینہ نے بے نیازی دکھائی لیکن طلعت کو یہ آئیڈیا بھا گیا تھا اور انہوں نے اسے بیٹے کے آگے دہرانے میں دیر نہ لگائی۔

"جیسے آپ کی مرضی امی!" حسب توقع اس نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

"بس اتنا بتا دیجیے، کتنا انتظام مزید کروں تاکہ وقت پہ ادائیگی ہو سکے۔"

"دیکھو بیٹا! ولیمے کے عروسی لباس کے ساتھ جو نیا سیٹ ہو گا، وہ میں نے اپنا پرانا سیٹ لڑا تڑوا کے بنایا ہے۔ پورے نو تولے کا تھا، اسی میں سے میچنگ ٹاپس اور نیکلس بھی نکل آئے تھے۔ طلائی چوڑیوں کے سیٹ کی ادائیگی تمہارے ابو اپنی جانب سے تحفتاً کر رہے ہیں۔ ایک اور سیٹ تمہارے دونوں ماموؤں نے مل کر بنایا ہے۔ ہمارے ہاں رواج ہے ننھیال کی جانب سے شادی کا تحفہ نانا، نانی، ماموں، خالائیں وغیرہ مل کے دیتے ہیں۔ سو ننھیال کی طرف سے بری میں تین بھاری جوڑوں کے ساتھ ساتھ تین تولے کا سیٹ بھی چڑھایا جا رہا ہے۔ اب تمہاری مرضی کہ تم اپنی جانب سے دلہن کے لیے کیا لینا چاہتے ہو۔ میری رائے تو یہ ہے کہ مزید سیٹ لینے کے بجائے کنگن لے لو۔ منہ دکھائی کے لیے بھی تو کچھ لینا ہے۔ ایک عام دنوں میں پہننے والا ہلکا مگر نفیس نیکلس بندوں کے ہمراہ ٹھیک رہے گا۔ دونوں میں سے جو جی چاہے، رونمائی کے تحفے کے طور پر رکھ لو۔ جو جی چاہے بری کے لیے دے دو۔"

"آپ دونوں چیزیں اپنی پسند کی بنوا لیں اور جو دل چاہے بری میں رکھ دیں، جو دل چاہے رونمائی میں دے دیں۔"

"ارے بدھو، رونمائی میں مجھے نہیں، تمہیں دینا ہے۔" وہ بیٹے کی فرمانبرداری پہ سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی سادگی پہ ہنس رہی تھیں۔ وہ بھی قدرے جھینپ گیا۔

"پھر کیا خیال ہے جیسے کنگن دلہن کے لیے لوں، ویسے ہی فارینہ اور سبینہ کے لیے بھی بنا لوں۔ دیکھ لو بعد میں نہ کہنا خرچہ بڑھ گیا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں امی! میں کبھی خرچے سے گھبرایا ہوں۔ پیسہ تو ہوتا ہی ہے کہ خرچ کیا جائے۔ جہاں اتنا پیسہ لگ رہا ہے، وہاں بہنوں پہ دس بارہ اور لگ جائیں تو کیا مجھے برا لگے گا۔"

❁ ❁ ❁

ڈھیر سارے ارمانوں اور چاؤ کے ساتھ بالآخر اجلا کو اس گھر میں لایا گیا۔ اس کے جہیز کا سامان تین دن پہلے ہی آ چکا تھا اور طلعت نے اپنی نگرانی میں اوپر سیٹ کروایا تھا۔ اس کے والد نے متوسط درجے کا بینک آفیسر ہونے کے باوجود معقول سامان دیا تھا۔ اس کے

ساتھ ساتھ معتصم کا لایا ہوا سامان۔ اوپر کا کمرہ اور سٹنگ روم بھرا بھرا سا لگ رہا تھا۔ طلعت کو خوشی ہونی چاہیے تھی مگر عجیب سی بے چینی اور اضطراب نے انہیں گھیر لیا۔ صابر رضوی سے ذکر کیا۔

"آپ نے دیکھا' اوپر کے اور نیچے کے پورشن میں کتنا واضح فرق نظر آنے لگا ہے۔ لگتا ہے جیسے اوپر کوئی اور گھر ہو' نیا نویلا' سجا سجایا۔ نئے پینٹ' نئے پردے' نئے قالین' نیا ٹی وی' نیا فرنیچر۔"

"ماشاء اللہ۔" انہوں نے اس بات کو سرسری لینا چاہا۔

"بہو آتی ہے تو تبدیلی تو لازماً" آتی ہے۔"

"بہو کے آنے سے اتنی بڑی تبدیلی نہیں آسکتی تھی۔ کتنا کچھ تو آپ کا بیٹا خود لایا۔ اب دیکھنے والے تو یہی سمجھیں گے کہ سارا کچھ اجالا کے گھر والوں نے دیا ہے۔ اس کی دلو واہ ہوگی۔"

"طلعت! تمہاری سوچ کچھ زیادہ ہی منفی ہوتی جارہی ہے۔" صابر رضوی نے ناپسندیدگی سے ٹوکا۔

"دن بدن بے کار سوچیں پالنے کا شوق پروان چڑھتا جارہا ہے۔ ذرا اپنے آپ کو کنٹرول کرو' ورنہ اس طرح کے طرز عمل کا سب سے زیادہ نقصان تمہیں ہی ہوگا۔" اس تنبیہہ کے بعد وہ قدرے سنبھل گئیں۔ شرمندہ ہوتے ہوئے خود کو سرزنش بھی کی اور کھلے دل سے آنے والی کے استقبال کی تیاریوں میں خود کو مگن کرنا چاہا۔

اجالا کے آنے کے بعد بہت خدشات تھے' وہ بھی کافی حد تک دور ہوگئے۔ وہ گھلنے ملنے والی لڑکی تھی' خوش مزاج اور باادب قسم کی۔ فارینہ اور سبرینہ دونوں کے ساتھ اس کا رویہ دوستانہ تھا۔ نئی دلہن ہونے کے ناتے نئے ماحول سے اجنبی اور الگ تھلگ نظر آنے کے بجائے وہ انہی میں رچنے بسنے کی بھرپور کوشش ابتدائی ایام میں ہی کرنے لگی۔

شروع کا ایک ہفتہ تو مختلف رسموں کی ادائیگی میں ہی گزر گیا جو چند نزدیکی رشتے دار ٹھہرے ہوئے تھے' وہ بھی رخصت ہوئے۔ سبرینہ کا شوہر عثمان شادی سے دو دن پہلے ہی پاکستان پہنچا تھا اور یہیں رکا ہوا تھا۔ وہ بھی بیوی بچوں سمیت اب اپنے ماں باپ کے ہاں چلا گیا۔ دوسرا ہفتہ دعوتوں کے لیے مخصوص تھا۔ معتصم نے اپنے آفس جانا شروع کردیا۔ اس نے صرف چھ چھٹیاں لی تھیں شادی کے لیے۔ ہنی مون کے لیے پندرہ چھٹیاں لینے کا ارادہ اگلے ماہ تھا۔ وہ دن بھر آفس میں رہتا تو اجالا بجائے اپنے کمرے کے نیچے طلعت کے پاس ہی رہتی۔

فارینہ کے بی ایس سی کے فائنل ایگزامز سر پہ تھے۔ کالج سے آنے کے بعد بھی وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں بند پڑھائی میں مگن رہتی۔ طلعت ایسے دنوں میں اسے گھریلو کام کاج کی ذمہ داریوں سے وقتی طور پر آزاد کردیتیں۔ اجالا ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش بھی کرتی تو وہ کبھی سختی سے تو کبھی نرمی سے منع کردیتیں۔ سسرال میں کچھ دن رہنے کے بعد سبرینہ اب پھر سے میکے آگئی۔ عثمان صرف بیس دن کی چھٹیاں لے کر آیا تھا' واپس کینیڈا جاچکا تھا۔ البتہ سبرینہ ابھی ایک ماہ اور قیام کا ارادہ رکھتی تھی کیونکہ اگلے تین چار سالوں تک دوبارہ پاکستان آنے کا کوئی امکان فی الحال نہیں تھا۔ آج کل وہ واپس جانے کے لیے دھڑا دھڑ شاپنگ میں مصروف تھی۔

"جتنے کپڑے سل سکتے ہیں' سلوا لیتی ہوں۔ وہاں پاکستانی اور انڈین بوتیکس پہ ریڈی میڈ شلوار سوٹ بہت مہنگے ہوتے ہیں' اتنے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں اور ٹیلرز سے سلوانا تو بالکل اپنے اختیار سے باہر کی بات ہے' اس لیے مجھے ہر موسم کے اور اس کے ساتھ ساتھ فنکشنز کے لیے زیادہ سے زیادہ ڈریسز بنوانے ہیں۔"

فارینہ کے اعتراض پہ اس نے وضاحت کی تھی۔

"لیکن سامان زیادہ ہوجانے کی وجہ سے بھی تو خرچہ بڑھے گا۔" اجالا نے مسکراتے ہوئے نکتہ پیش کیا' جس پہ فارینہ نے تائید میں سر ہلایا۔ طلعت نے فوراً" ترکی روئی سے دخل دیا۔

"اس کے خرچے وہ جانے' کسی کے سر تو نہیں مار

رہی۔"

اجالا کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔ وہ فوراً" وہاں سے نہ تو اٹھ کے جاسکی' نہ ہی اپنے چہرے سے خجالت کے تاثرات چھپا سکی۔ بس اخبار کے پیچھے گم ہو کے خاموش سی ہوگئی۔ سبرینہ اور فارینہ بھی چپ چاپ کپڑے تہہ کرتی رہیں۔ چند منٹ بعد معتصم کی آواز پہ اجالا معذرت کرتے ہوئے اٹھی تو سبرینہ کے بغیر نہ رہ سکی۔

"حد کرتی ہیں آپ امی! ایسا بھی کیا کہہ دیا اس نے جو آپ نے ذرا لحاظ نہ کیا۔"

"اور کیا۔ ہنسی مذاق میں ہلکی پھلکی گفتگو تو ہوتی رہتی ہے۔" فارینہ نے بھی ناگواری ظاہر کی۔

"یہی ہنسی مذاق جب چبھتے ہوئے طنز اور طعنوں میں بدلے گا تو تم دونوں کے ہوش ٹھکانے آئیں گے۔ بہو کی یہ بات تمہیں بے شک ہلکی پھلکی گفتگو لگی ہوگی مگر میں نے دیکھا کہ وہ کن نظروں سے تمہاری اس شاپنگ کو دیکھ رہی تھی۔ کتنی بار کہا ہے جولائی ہو اس کی فرمائش کرنے مت بیٹھ جایا کرو۔ چپ چاپ اپنے کمرے میں لے جایا کرو مگر ہاں جی' تمہیں تو ایک ایک چیز سب کو دکھا کے داد وصول کرنا ہوتی ہے۔ اتنے سال ہوگئے شادی کو مگر عقل نہ آئی۔ اری بے وقوف لڑکیو! بہنوں کی بات اور ہوتی ہے۔ باہر والوں کی نظر سے بچا کر رکھنا چاہیے سب کچھ۔ اب میں تو تمہیں پہنے اوڑھے دیکھ کے خوش ہی ہوں گی مگر اس کے سینے پہ تو سانپ لوٹ رہے ہوں گے۔ ابھی صدقہ اتارتی ہوں۔"

"بس سٹولنے لگیں تو کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتی اجالا کو سبرینہ نے نگاہوں سے سرزنش کرتے ہوئے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

وہ منہ بناتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔ اصل سبرینہ اب شادی شدہ تھی' بہت سے حالات کو گہرائی میں جانچنے اور پرکھنے لگی تھی۔ اگرچہ اجالا کے بارے میں وہ غلط گمان نہیں رکھتی تھی اور اس کے خیالات و خدشات سے ایک فیصد بھی متفق نہ تھی لیکن اس کے باوجود وہ اپنی نئی نئی ساس بنی ماں کے جذبات و نفسیات میں آئی تبدیلی سے بھی آگاہ تھی۔ ہر اوسط ذہنیت رکھنے والی ماں کی طرح وہ بھی اپنی اولاد خصوصاً" بیٹوں کے بارے میں تسلط پسند تھیں۔ ہر متوسط طبقے کی عورت کی طرح سالوں تک تنکا تنکا جوڑ کے بنائے گھر کے بارے میں حد درجہ حساس تھیں۔ ایک اجنبی وجود کو اس گھر میں لانے' خاندان کا حصہ بنانے اور اپنی اولاد کے جملہ حقوق اس کے نام کرنے کے بعد اس عورت کا خدشات میں گھرنا اور ان گنت وہم پالنا ایک فطری سی بات تھی لیکن وہ بحث برائے بحث اور مخالفت کرکے ان کی سوچ کو مستحکم نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جانتی تھی کہ اگر ان کی اپنی اولاد ہی اس لڑکی کی حمایت میں ان کے خلاف ہوگئی جسے وہ اپنا حریف مانے بیٹھی ہیں تو ان کے خدشات بجائے کم ہونے کے اور بھی مضبوطی سے جڑ پکڑ لیں گے' اسی لیے وہ مصلحتاً" چپ ہوگئی۔

اجالا کے بارے میں چند ہی دنوں میں وہ یہ اندازہ کرچکی تھی کہ وہ سیدھی سادی فطرتاً" نرم مزاج اور باصلاحیت لڑکی ہے مگر قدرے حساس بھی۔ اگر اس کے ساتھ سبھاؤ سے کام لیا جائے تو یقیناً وہ ایک بے ضرر بہو ثابت ہوسکتی ہے۔ اس کے فارینہ یا امی کے ساتھ بازار جانے کے بعد وہ بڑی خوش دلی سے اس کے بیٹے کو سنبھالنے کی ذمہ داری بھی اٹھا لیتی تھی۔ اب تو کھیر میں ہاتھ ڈلوانے کے بعد وہ آہستہ آہستہ گھر کے دوسرے کاموں میں بھی مددگار ثابت ہو رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

"بس پندرہ منٹ میں ہوگئی میں گوری گوری۔"

سبرینہ پارلر سے فیشل کروا کے لوٹی تو سب سے پہلے معتصم نے اس کا استقبال گنگنا کے کیا۔ وہ اسے گھور کے رہ گئی۔

"تم بھی چلی جاتیں فارینہ! پڑھ پڑھ کے کیا رنگت کرلی ہے۔ کھاتی پیتی کچھ ہو نہیں' راتوں کو جاگ جاگ کے آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ گئے ہیں۔ چہرہ بھی

سانولا پڑ گیا ہے۔"

طلعت نے دل ہی دل میں سبینہ کے کھلے اور نکھرے ہوئے چہرے، نئے ہیئر اسٹائل کو دیکھ کر ماشاء اللہ کہنے کے بعد فارینہ کو احساس دلایا جو آج کل صرف اور صرف امتحانات میں مگن اپنی ذات تک سے بے نیاز تھی۔

"کوئی بات نہیں، صرف ایکسل ہے نا۔ ضدی سے ضدی داغ دھبے بھی منٹوں میں دور۔" محتشم کے مفت مشورے پہ طلعت نے سر تھام لیا۔

"یہ لڑکا کبھی نہیں سدھر سکتا۔"

"اچھا ہے نا امی! دل بہلائے رکھتا ہے سب کا۔" اجالا کچن سے شربت کا جگ اور گلاس ٹرے میں رکھ کے لائی۔

"واہ۔ نواں آیاں اے۔۔۔ تے چھا گیا اس ٹھاہ کر کے۔۔۔" محتشم نے گلاس تھامتے ہوئے بھابھی کی حمایت پہ کچھ اس انداز میں شکریہ ادا کیا۔ وہ تو مسکراتے ہوئے واپس کچن میں چلی گئی۔ طلعت جتانا نہ بھولیں۔

"دیکھا سبینہ! اس کی حرکتیں اسی طرح بات بے بات مجھے زچ کرتی ہے۔ تم تو جانتی ہو کہ میں شروع سے اس معاملے میں کتنی حساس ہوں کہ جب میں اپنے بچوں کو کچھ کہہ رہی ہوں تو کوئی دوسرا بیچ میں بولے۔ تم لوگ چھوٹے چھوٹے تھے تو اکثر کسی نہ کسی بات پہ ڈانٹ پڑتی تھی۔ ایسے میں تمہاری دادی اور پھوپھی فوراً لاڈ جتانے پہنچ جایا کرتیں۔ میں نے کبھی کسی معاملے میں ان کے آگے زبان نہیں کھولی مگر یہ واحد مسئلہ تھا جس پہ ہمارے درمیان تلخی ہو جایا کرتی۔ مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ کوئی تیسرا شخص میرے اور میری اولاد کے درمیان آئے اور وہ بھی تربیت کے معاملے میں۔ تمہارے ابو کو بھی شروع میں بڑی عادت تھی کہ ادھر میں نے کسی بچے کو ڈانٹا یا مارا اور وہ فوراً پچکارنے لگے۔ میں نے بھی سختی سے ٹوک دیا کہ ایسے طرز عمل سے بچے ماں کو دشمن اور ہمدردی جتانے والے کو سگا سمجھنے لگتے ہیں اور اب یہ وہی کچھ کر رہی ہے۔ اگر میں فارینہ کو کچھ کہوں تو فوراً اس کی نظروں میں خود اچھا بننے اور مجھے برا بنانے کے لیے حمایت کرنے لگتی ہے اور وہ بھی بے جا۔ اب محتشم کو بھی بس میں کرنے لگی ہے۔"

"امی! بھلا کسی اور کی نظروں میں اچھا بننے سے آپ کیسے بری بن سکتی ہیں۔" فارینہ نے سمجھانا چاہا۔

"کیا میں نہیں جانتی کہ آپ میرے بھلے کے لیے ہی ٹوکتی ہیں۔ پتا نہیں کیوں آپ ایسا سوچنے لگی ہیں۔"

"صاف بات ہے، مجھے تم لوگوں کا اسے اتنا اہمیت دینا پسند نہیں۔"

❁ ❁ ❁

"رضوی صاحب! یہ حرکت ملاحظہ کی آپ نے اپنے صاحب زادے کی؟" وہ تن فن کرتی ان کے سر پہ آن موجود ہوئیں۔

"کیا کر ڈالا اب محتشم نے۔ تمہیں اب عادی ہو جانا چاہیے۔" وہ آفس جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

"میں محتشم کی نہیں، بڑے والے کی بات کر رہی ہوں۔"

"وہ وہاں اتنی دور بیٹھا کیا کر سکتا ہے بھلا۔" انہوں نے بدستور ٹالنے کے سے انداز میں کہا۔ وہ کل ہی تو اجالا کے ساتھ ہنی مون پہ روانہ ہوا تھا۔

"جو کرنا تھا، جانے سے پہلے کر گیا ہے۔ کل تو دونوں ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد نکلے تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے ہی ماسی صفائی کر گئی تھی۔ آج میں نے سوچا خود اس کے ساتھ اوپر جا کے صفائی کروا دوں۔ اوپر والے کمروں کا تو وہ حال ہے کہ دروازے کھڑکیاں بند بھی ہوں تو کہیں نہ کہیں سے گرد آ جاتی ہے۔ میرا خیال تھا کہ کوئی دھلنے والے کپڑوں ہوں تو وہ بھی واش روم سے نکال لاؤں کہ آج مشین بھی لگنی ہے مگر ملازمہ کے سامنے شرم سے پانی پانی ہو کے رہ گئی۔ جب اتنا بڑا تالا سیڑھیوں کے دروازے پہ لگا دیکھا۔"

"کیا مطلب؟" وہ واضح طور پر چونکے۔

"مطلب صاف ہے۔ اوپر کسی کا داخلہ ہی نہ ہو سکے۔ اس کا پورا پورا بندوبست کر کے گیا ہے یہ لڑکا۔ نہ میں پوچھتی ہوں کہ کیا ہم لوگ ڈاکو لٹیرے ہیں' چور اچکے ہیں' اپنے ہی ماں باپ' بہن بھائیوں کے لیے تالے لگا گیا ہے۔ ایسے کون سے ہیرے جواہرات دفن کر رکھے ہیں اس کی دلہن نے جو ہم اکھاڑ لے جائیں گے۔" وہ سخت مشتعل تھیں۔

"تحمل سے طلعت! بات کا بتنگڑ مت بناؤ۔ میں نے ہی کہا تھا اسے کہ کمرہ اور لاؤنج وغیرہ لاک کر کے جائے۔ زمانہ خراب ہے۔ دن دہاڑے لوگ چھتیں پھلانگ لیتے ہیں اور ہم تو ویسے بھی جس علاقے میں رہتے ہیں' وہ خاصا سنسان ہے۔ پیچھے والا پلاٹ بھی خالی پڑا ہے۔ دوپہر میں کوئی بھی وہاں سے چھت پھلانگ کے اندر آسکتا ہے۔ دن بھر نہ میں گھر پہ' نہ ہی محتشم۔ تمہیں پیچھے بیٹھے کیا پتہ چلتا۔ اوپر دلہن کے زیورات ہیں' ٹی وی' کمپیوٹر' ٹیپ ریکارڈر۔ احتیاط اچھی چیز ہے۔ میرے کہنے پہ ہی اس نے یہ کیا ہے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میرے بتانے پہ آپ اتنے حیران ہو کر کیوں چونکے تھے۔" وہ بھی طلعت تھیں' کھٹک گئیں۔

"اس لیے کہ میں نے صرف کمرے لاک کرنے کا کہا تھا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ اوپر جانے والا دروازہ ہی بند کر جائے گا۔ خیر کوئی بات نہیں۔"

طلعت نے سر جھٹکا اور فرنیچر کی جھاڑ پونچھ کرنے لگیں۔ صابر رضوی آئینے کے سامنے اچھی بھلی ٹائی کو کھول کر پھر سے ناٹ لگانے میں مصروف تھے۔ ان کے چہرے پہ الجھن ہویدا تھی۔ اپنی زود رنج بیوی کو ٹالنے کی غرض سے انہوں نے بیٹے کی اس حرکت کی ذمہ داری تو لے لی تھی' مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ خود اس سے لاعلم تھے۔ معتصم نے ان کے ایما پہ یہ کرنا تو درکنار' انہیں مطلع کرنا یا ذکر کرنا تک گوارا نہ کیا تھا اور یہی بات ان کے دل کو کھٹک رہی تھی' اور جو کچھ انہوں نے طلعت کو مطمئن کرنے کے لیے کہا تھا' وہی سب کہہ کر وہ اپنے دل کو بھی بہلا سکتے تھے لیکن ساری بات یہاں آکر ختم ہو جاتی کہ اگر اس نے صرف اور صرف حفاظتی اقدام کے طور پہ اوپر کا پورشن لاک کیا ہے تو اس کو اتنا پوشیدہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کم از کم باپ کو تو اعتماد میں لے سکتا تھا۔

"یہ لڑکا آج پھر کالج نہیں گیا۔" باہر سے محتشم کے گنگنانے کی آواز پہ انہوں نے محض دھیان بٹانے کی غرض سے پوچھا۔ طلعت نے باہر جھانک کے دیکھا۔ وہ تیزی سے دو دو سیڑھیاں پھلانگتا اوپر چڑھ رہا تھا۔

"یہ تم اوپر کیا لینے بھاگ رہے ہو؟" وہ طنز سے بولیں تاکہ اسے بھی بھائی کی اس حرکت کے بارے میں آگاہ کیا جائے۔

"گاڑی کی چابیاں لینے۔ بھائی جان نے کہا تھا اسے سروس کے لیے دے آنا۔" وہ اسلام آباد بائی ایئر گیا تھا' جہاں اجالا کے تایا رہتے تھے' وہاں دو دن قیام کے بعد ان کی گاڑی میں مری' سوات' ایبٹ آباد تک جانے کا پروگرام تھا اس لیے اپنی گاڑی یہیں چھوڑ گیا تھا۔

"گاڑی کی چابیاں لینے سے پہلے اپنے بھائی جان سے ان موٹے موٹے تالوں کی چابیاں بھی لے لینی تھیں جو وہ خزانوں پہ لگا کر گیا ہے۔ ہونہہ۔ کیسے منٹ میں پرایا کر گیا ماں باپ کو۔" وہ زہر خند لہجے میں بولیں تو محتشم چند لمحے رک کے ان کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر جیب سے ہاتھ نکال کر چابیوں کا گچھا لہرایا۔

"چابیاں تو ہیں میرے پاس۔ بھائی جان نے ایئرپورٹ پہ پکڑائی تھیں کہ امی کو دے دینا۔ وہ نکلتے ہوئے دینا بھول گئے تھے اور اگر وہ بھول سکتے ہیں تو میں تو خیر۔ مجھے بھی بالکل یاد نہ رہا کہ واپس آکر آپ کو دوں۔"

اس نے نزدیک آکر چابیاں ماں کے ہاتھ پہ رکھیں۔ صابر رضوی نے ایک مطمئن سی سانس لی۔ کسی قسم کی بدگمانی پالنے سے حتی الامکان گریز کرتے کرتے بھی ان کے دل میں وسوسے جاگنے لگے تھے کہ محتشم کی وضاحت نے ان کے دل کو پہلے سا صاف بھی کر دیا اور ساتھ ساتھ شرمندہ بھی۔

"وہ کہہ رہے تھے کمرے کھلے رہے تو امی کو فکر رہے گی۔ بار بار سیڑھیاں چڑھتی اترتی رہیں گی اپنے اطمینان کے لیے' اس لیے سب کچھ لاک کر دیا ہے۔ بس دن میں ایک آدھ بار کھلوا کے صفائی کروا دیا کریں۔ یہ کمرے کی' یہ لاؤنج کی اور یہ بڑی والی سیڑھیوں کے دروازے کی ہے اور یہ گولڈن چھوٹی چھوٹی تین چابیاں بھابھی کے دراز اور ڈریسنگ ٹیبل کے لاکر کی ہیں۔ ان میں شاید جیولری وغیرہ ہے۔" طلعت نے کچھ کہے بغیر اس کے ہاتھ سے چابیاں لے لیں۔ صابر رضوی نے ایک جتاتی ہوئی نظر ان پر ڈالی اور بریف کیس اٹھا کے باہر نکل گئے۔

"یہی تو ہے وہ اپنا پن۔۔۔"

محتشم وہیں نیم دراز ہو کے اپنا ریکارڈ بجانے لگا۔ ان کی شرمندگی جھنجلاہٹ اور پھر جھنجلاہٹ میں بدل گئی۔

"ہاں تم طعنے شروع کر دو' باز نہ آنا۔" سارا غصہ اس پہ نکلا۔

❁ ❁ ❁

"اس سے کہیں اپنی گرہستی ایکدم ہی الگ کر لے' بجائے قسطوں میں کرنے کے۔" وہ معتصم کو اوپر کے لیے چھوٹا سا روم فریج لاتے دیکھ کر کلس گئیں۔

"ایک تو میں تمہاری نکتہ چینیوں سے سخت تنگ آگیا ہوں۔ سبرینہ بھی جانے سے پہلے تمہیں کتنا سمجھا کے گئی ہے مگر تم ہو کہ بات بات پہ اعتراض کرنے والی عادت کو دن بدن پختہ کرتی جا رہی ہو۔ گرمیاں شروع ہو چکی ہیں۔ وہ اوپر کے پورشن میں آدھا دن گزارتے ہیں اور پوری رات بھی۔ کیا اجالا آدھے آدھے گھنٹے بعد نیچے سے ٹھنڈا پانی لانے کے لیے پریڈ کرتی رہے۔ خود سوچو' اگر اپنی سہولت کے لیے اس نے یہ چند ہزار کا مختصر سا فریج کمرے میں رکھ لیا ہے تو تمہاری اپنی اولاد ہے وہ' اس کا سکھ تمہیں کیوں کھٹک رہا ہے۔ انہیں کمرے میں ہی ٹھنڈا پانی مل جایا کرے گا اور اجالا بھی تو۔۔۔ تم عورت ہو اس کی کنڈیشن سے زیادہ اچھی طرح واقف ہو۔ بچی کو اس حالت میں وقت بے وقت بھوک لگتی ہو گی۔ فریج میں پھل وغیرہ ہو گا تو اسے بار بار نیچے نہیں آنا پڑے گا۔"

"آپ دیکھتے رہیے گا' آہستہ آہستہ مکمل کچن بن جائے گا اوپر۔"

"تمہارے حالات یہی رہے تو وہ دن بھی دور نہیں طلعت بیگم!" صابر رضوی نے تاسف سے سر جھٹکا۔ اجالا کی خاموشی اب ایک دبے دبے احتجاج میں بدلتی انہیں صاف دکھائی دے رہی تھی اور اگر وہ غیر جانب داری سے دیکھتے تو وہ اس بدلے ہوئے رویے کے لیے حق بجانب تھی۔ سات مہینے ہو چکے تھے اسے اس گھر میں آئے ہوئے اور اب تو پچھلے پانچ ماہ سے وہ گھر کے نظام کا مکمل حصہ بن چکی تھی۔ وہ ہر ذمہ داری اپنے سر لینے کو بخوبی تیار تھی لیکن طلعت اس سے کام تو لینا جانتیں مگر "سونپنا" گوارا نہیں کرتی تھیں۔ ہر روز کھانا پکانے سے قبل ان سے پوچھنا اجالا پہ فرض تھا۔ جو طلعت کہتیں' وہی پکتا۔ جس انداز میں ہدایت دیتیں' اسی طرح پکتا لیکن ہر ہاتھ کا مختلف ذائقہ ہوتا ہے' اسی لیے ہر بار طلعت یہ جتانا نہیں بھولتیں۔

"ہمارے ہاں اس طرح نہیں پکتا۔"

وہ اب تک چپ تھی مگر اس کے ماتھے کے بل اور جھنجلاہٹ صابر رضوی کو باور کرا رہے تھے کہ یہ خاموشی چند دن کی مہمان ہے۔ ابتدائی دنوں میں سب سے کھلنے ملنے کی سرتوڑ کوشش کرتی' خوش مزاج اجالا اب کام کے اوقات میں ہی نیچے دکھائی دیتی۔ بقایا وقت اپنے کمرے میں گزارتی۔ اگر سب کے درمیان بیٹھی بھی ہوتی تو اس کی سہمی سہمی سی شخصیت سارے گھرانے سے کٹی ہوئی معلوم ہوتی۔ فارینہ کی تمام تر خوش دلی کے باوجود نند بھاوج کے تعلقات میں گرمجوشی نہ پیدا ہو سکی کیونکہ اجالا نے نوٹ کیا تھا طلعت اس کا فارینہ کے کمرے میں جانا پسند نہیں کرتیں اور اگر وہ اس سے بات کر رہی ہو تو وہ بہانے سے آس پاس منڈلاتی رہتیں۔ محتشم سے تو وہ بالکل ہی کٹ کر رہتی۔ وہ بہت سادہ دل اور لاابالی لڑکا تھا۔ فارینہ اپنی سمجھ داری اور معاملہ فہمی کی وجہ سے خود ہی

ایسے حالات نہ پیدا ہونے دیتی تھی کہ جس کی وجہ سے طلعت کو غصہ آئے' ورنہ دل تو اس کا بھی چاہتا کہ اپنی اس بھابھی سے جو اس سے عمر میں دو تین سال ہی بڑی ہے' خوب گپ شپ لگائے' یونیورسٹی کے قصے سنائے' اکٹھے شاپنگ کے لیے جایا کرے مگر ماں کی ناپسندیدگی سے خائف ہو کر وہ بھابھی سے بس رسمی سا تعلق نبھانے پہ مجبور تھی۔ دوسری طرف محتشم ایسی مصلحتوں سے بے نیاز تھا۔ وہ برملا اجالا کے سامنے اپنی پسندیدگی ظاہر کر دیا کرتا تھا۔ اجالا خود ہی اس سے کتراتے ہوئے رہنے لگی۔ ایک بار جب وہ شدومد سے کڑہی کے پکوڑوں میں انار دانہ ڈالنے پہ ناگواری کا اظہار کر رہی تھیں تو محتشم نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"سواد آگیا بادشاہو! کھٹی کھٹی کڑہی کا مزا ہی اور ہے۔ قسم سے امی! یہ سارا انار دانے کا ہی تو کمال ہے۔"

تب طلعت نے بغیر کسی لحاظ کے سنا دیا تھا۔

"ساری عمر تو میرے ہاتھ کی بغیر کھٹائی والی کڑہی کھائی ہے۔ اب "باہر" کے سواد بھا رہے ہیں۔"

شروع شروع میں خود کو "باہر" سے آئی ہوئی کے لیبل سے آزاد کرنے کی اس نے خوب خوب کوشش کی تھی۔ سسرالی مہمانوں کے سامنے بڑھ چڑھ کے میزبانی بھی کی' خوش اخلاقی بھی دکھائی لیکن بدلے میں وہی اعتراض۔

"تکلاں کے آگے ٹرالی بھر کے لانے کی کیا ضرورت تھی۔ کل میرے بھائی کو آنا ہے' یہ بادام کا حلوہ اور مچھلی کے کباب خاص اس کے لیے بنا کے رکھے تھے جو تم بغیر مجھ سے پوچھے ان مفت خوروں کے آگے رکھ گئیں جن کے گھر ہم جائیں تو انہیں چائے کے ساتھ سوکھے بسکٹ رکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔"

"سوری امی! مجھے پتا نہیں تھا۔"

"وہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ جب کچھ پتا نہیں ہوتا تو پوچھ لیا کرو' تمہیں بھلا ہمارے خاندان کا کیا پتا۔ کیا خبر کہ کس سے کیا رویہ رکھنا ہے۔ ظاہر ہے رشتے دار ہمارے ہم جانیں۔"

کبھی کسی شادی سے واپسی پہ ٹٹولا جاتا۔

"تکلاں کی بہو تم سے بڑا چپکی بیٹھی تھی' کیا باتیں کرتی رہی؟"

"بس یونہی امی! ادھر ادھر کی۔"

"سب جانتی ہوں' میسنی کو ٹوہ لینے کی عادت ہے۔ تمہیں باتوں میں لگا کر ہمارے راز کھوج رہی ہوگی' اندر کی باتیں اگلوا رہی ہوگی۔"

اس نے سسرالی رشتے داروں سے دوستیاں گانٹھنے اور خوشگوار تعلقات استوار کرنے سے توبہ کر لی مگر کب تک اور کہاں تک۔ معتصم فطرتاً" فضول خرچ تھا۔ دل کا بھی کھلا اور ہاتھ کا بھی۔ یہ الگ بات کہ اس کی فضول خرچی اس کے اپنے لیے نہیں بلکہ سب ہی کے لیے ہوتی تھی۔ سبینہ پاکستان میں دو ڈھائی ماہ قیام کر کے واپس لوٹی تو ہزاروں کے تحفے اس کے ہمراہ کیے۔ ہنی مون سے واپس آئے تو بھی ڈھیروں تحفے ساتھ تھے۔ سبینہ ان دنوں یہاں ہی تھی۔ اس کے لیے بھی ہینڈی کرافٹ کی مصنوعات تھیں جو سوات کے بازار سے بڑے مہنگے داموں لی گئیں۔ فارینہ کے لیے ہاتھ کا بنا شولڈر بیگ' سواتی چپل' پشمینہ کی شال اور مری میں ایک نمائش سے لیا ریڈی میڈ سوٹ۔ ایک شال اور گرم سوٹ امی کے لیے۔ ابو کے لیے پشاوری چپل' واسکٹ۔ محتشم کے لیے ان گنت چھوٹے بڑے تحفے۔

اسی طرح اس نے اجالا کے میکے کے لیے بھی کچھ تحائف لیے تھے۔ اپنی ساس کے لیے شال' بڑے سالے کے لیے چپل' اس کی بیوی کے لیے وہاں کی روایتی جیولری اور سالیوں کے لیے ایک ایک سوٹ۔ بڑے شوق سے شال خود پہ پھیلا کے جائزہ لیتی طلعت کا موڈ ایکدم تبدیل ہو گیا تھا۔

"اتنی فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس میں فضول خرچی کی کیا بات ہے امی! یہ تو اظہار ہے اس بات کا کہ ہم لوگوں نے آپ کو اتنی دور بیٹھے ہوئے بھی یاد رکھا۔"

"اس کو ثابت کرنے کے لیے تحفے خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ حرص انہیں ہوتی ہے جنہوں نے کبھی کچھ دیکھا نہ ہو۔" یہ بات وہ تو نہ سمجھا البتہ اجالا کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اس کے دل میں بال آگیا اور جب کچھ دن بعد ہی سبینہ بھائی کے تحفوں سے لدی پھندی کینیڈا سدھاری' تب بڑی مشکل سے اس نے اس جوابی فقرے کو نوک زبان پہ آنے سے روکا۔

"اس فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی۔"

وہ تو بے شک یہ کہہ نہ پائی لیکن طلعت کو اس فقرے کا ورد کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ معتصم کی لائی ہر چیز پہ وہ یہ کہنا نہ بھولتیں۔ رفتہ رفتہ وہ بھی ماں کے انداز اور ردعمل کے طور پہ اجالا کی گھبراہٹ بھانپنے لگا۔ مزاجاً" صلح پسند تھا۔ گھر میں کسی بھی قسم کی تلخی اور بدمزگی سے گریز کرنے والا' اس لیے ماں کو اس کے خراب رویے کا احساس دلانے کے بجائے اب دوسری حکمت عملی اختیار کر لی۔

وہ اجالا کو شاپنگ کراتا' پہلے کی طرح ہر ہفتے باہر ڈنر کراتا' کھلا جیب خرچ دیتا مگر ماں کے علم میں لائے بغیر۔ اجالا نے بھی کچھ کچھ سمجھوتہ کر لیا۔ اگر شوہر احساس کرنے والا' چاہنے والا ہو تو گھر کے صرف ایک فرد کے نامناسب رویے پہ جلنا کڑھنا بے کار تھا لیکن کیا کیا جائے کہ وہی "ایک" فرد گھر کا سب سے بااختیار اور بااثر فرد تھا۔

شادی کے پانچویں ماہ جب وہ امید سے ہوئی تو فطری طور پر طلعت کا رویہ بھی بدلا۔ روایتی ساسوں کی طرح دادی بننے کی خوشی ہر احساس پہ غالب آگئی۔ وہ اب اجالا کو اپنا خیال رکھنے' آرام کرنے کی تاکید کرنے لگیں۔ کبھی اسے خوراک پوری لینے پر زور دیا جاتا۔ یہ بدلا ہوا رویہ بھی بس مہینہ ڈیڑھ مہینہ ہی رہا۔ جب بیٹے کو ضرورت سے زیادہ ہی بیوی کا خیال کرتے دیکھا تو خود بخود ساس کی حیثیت سے خیال رکھنا چھوڑ دیا۔

"دنیا سے نرالا بچہ نہیں پیدا کر رہی وہ۔" وہ بیٹے کو سمجھاتیں۔ "ابھی تیسرا مہینہ ہی تو شروع ہوا ہے اور تم اسے لے کر ڈاکٹر کے پانچ پھیرے لگا چکے ہو۔ ڈاکٹروں کو تو موقع چاہیے تم جیسے احمقوں کی جیبیں ڈھیلی کرنے کا۔ الٹی سیدھی دوائیاں کھلا کے بیڑا غرق کر دیں گے اس کی صحت کا۔"

کبھی اسے ناشتے میں انڈا کھاتے' دوپہر کو جوس یا رات کو سوپ پیتے دیکھ کر کہا جاتا۔

"بھئی مجھ سے تو پورے حمل کے دوران کچھ کھایا پیا نہیں جاتا تھا۔ انڈے اور گوشت کو دیکھ کے متلی ہوتی تھی۔ چٹنی پیس کر دو وقت روٹی کھاتی تھی' اس کے علاوہ کچھ کھانے کو دل ہی نہ کرتا تھا۔ یہی حال میری سبینہ کا تھا۔ پورے نو مہینے بے چاری رو رو کے فون کرتی رہی کہ امی کچھ کھایا نہیں جاتا۔ ڈاکٹر نے دودھ کہا ہے مگر پہلا گھونٹ لیتے ہی الٹی آجاتی ہے۔ تم اچھی رہیں کہ ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ انڈے' گوشت' دودھ سب ہضم ہو جاتا ہے۔"

اور اجالا کے حلق میں پھندے لگنے لگتے' اسی نے معتصم سے کہہ کر کمرے میں فریج رکھوایا تاکہ اپنی مرضی سے ساس کے اعتراضات سے دور کچھ کھا پی سکے اور یہی بات اب طلعت کو کھٹک رہی تھی۔

"نخرے دیکھو' باپ کے گھر کہاں یہ عیش دیکھے ہوں گے' ساری حسرتیں یہاں آکے پوری ہو رہی ہیں۔ پچھلی ساری کسریں نکالی جا رہی ہیں۔ اوو لنین' مائکو' ڈبہ بند دہی' مکھن' پھلوں کے ڈھیر۔ معتصم کی شکل دیکھی آپ نے' بے چارہ دگنی محنت کر کر کے آدھا ہو گیا ہے۔ نہ کھانے کا ہوش' نہ پینے کا۔ صبح چائے کے ساتھ دو سوکھے توس کھاتا ہے' دوپہر کو نجانے کیا الا بلا کھاتا ہوگا۔ ایک رات کی روٹی نصیبوں میں ہے اور اس بھوکے ننگے گھر کی لڑکی نے نعمتوں سے بھرا فریج سرہانے رکھ چھوڑا ہے۔"

یہ سب وہ صابر صاحب سے تو کہہ نہیں سکتی تھیں کہ ان کے پاس ہر بات کا جواب ہوتا تھا اور جواب بھی ایسا جو طلعت کی مرضی کے برعکس ہوتا' اس لیے فون پہ کسی سے دل کا بوجھ ہلکا کیا جا رہا تھا۔ فارینہ نزدیک ہی ریموٹ ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی مگر سارا دھیان ماں کی جانب تھا۔ وہ ناگواری سے ان کو دیکھ رہی تھی اور منتظر

تھی کہ وہ اس جانب توجہ دیں تو وہ انہیں اشارے سے منع کرے۔ اسے ایسی باتوں سے سخت الجھن اور بیزاری محسوس ہوتی تھی۔ فطرتاً" دونوں لڑکیاں ماں کے بجائے باپ پہ گئی تھیں۔ فرق یہ تھا کہ وہ باپ اور بڑی بہن کی طرح کھل کھلا کر ماں کو ان کی اس انتہا پسند سوچ اور غیر مناسب رویے کا احساس نہیں دلا سکتی تھی۔ دل ہی دل میں کڑھتے ہوئے اس نے سر جھٹک کے سامنے دیکھا تو سیڑھیوں پہ ریلنگ کا سہارا لیے اجلا دھواں دھواں چہرے کے ساتھ سامنے کھڑی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ساس کی باتیں سن بھی چکی تھی اور مزید سن بھی رہی تھی کہ وہ کون سا چپ تھیں۔

"مجھے تو لگتا ہے کسی تعویذ گنڈے کا اثر ہے جو بیٹا اس بری طرح اس کے شکنجے میں ہے۔ اندھا دھند پیسہ لٹا رہا ہے۔ نئے سے نیا کپڑا' بڑھیا سے بڑھیا جوتی' آئے دن سیر و تفریح۔ وہ بے چارہ سارا دن کمائے' یہ باہر سے آنے والی اپنی بھوک مٹانے کے لیے دونوں ہاتھوں سے اجاڑے۔ ذرا احساس نہیں' ہاں تو اور کیا۔"

جب تک فارینہ ماں کو متوجہ کرتی' اجلا سخت طیش کے عالم میں اوپر جا چکی تھی۔ فارینہ نے اس دو منٹ کے دورانیہ میں اسے پل پل بدلتے دیکھا تھا۔ جب اس پہ نگاہ گئی وہ لٹھے سا سفید چہرہ لیے شدید حیرت کے عالم میں بت بنی کھڑی تھی جیسے طلعت کی تمام تر ناپسندیدگی کے باوجود یہ بات سننا اس کے لیے حیرت کا باعث ہو پھر اس حیرت نے صدمے اور دکھ کی شکل اختیار کر لی۔ اگلے ہی پل اس کا دکھ سے سفید پڑتا چہرہ ذلت اور توہین کے احساس سے زرد ہو گیا اور جس وقت وہ پلٹ کے اوپر واپس گئی' اس کے لال بھبھوکا چہرے سے طیش اور غصے کی آنچ لپک رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

طلعت پتھرائی ہوئی نگاہوں سے سارا سامان اوپر سے نیچے اترتے دیکھ رہی تھیں۔ باہر ٹرک کھڑا تھا جس میں معتصم اپنی نگرانی میں سب کچھ لوڈ کروا رہا تھا۔ فارینہ یونیورسٹی گئی تھی' نہ ہی محتشم کالج گیا تھا' البتہ رضوی صاحب ایک گہرے ملال اور رنج کے تاثر کے باوجود آفس جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اجلا فی الحال اپنے کمرے میں تھی۔ طلعت کے لیے یہ سب اچانک تھا۔ نہ کوئی شور شرابا' نہ لڑائی جھگڑا۔ دو دن پہلے ہی تو یہ واقعہ ہوا تھا جب وہ ایک سہیلی سے فون پہ بات کر کے پلٹیں تو فارینہ نے بتایا۔

"امی! بھابھی سب کچھ سن چکی ہیں۔"

ایک پل کے لیے طلعت گڑبڑا گئیں۔ چہرے کا رنگ بھی پھیکا پڑا پھر سنبھلتے ہوئے لاپروائی دکھائی۔

"سنتی ہے تو سن لے' ایسا کیا غلط کہا میں نے۔"

لیکن ان کا کمزور لہجہ خود چغلی کھا رہا تھا۔ انہیں خدشہ تھا کہ اجلا نجانے اس بات کو کس انداز میں شوہر کے آگے بیان کرے۔ اپنی بات پہ اڑے رہنے کے باوجود وہ خود اپنے الفاظ کی سنگینی سے واقف تھیں۔ اپنے بیٹے کی سعادت مندی پہ پورا بھروسہ بھی تھا اور ساتھ ساتھ بہو کے ردِ عمل کا سوچ کر ہراساں بھی تھیں۔ اس کے بعد سارا دن اجلا ان کے سامنے نہ آئی۔ شام کو شوہر کے آنے کے بعد بھی نیچے نہ اتری تو طلعت کے خدشات مزید مستحکم ہو گئے اور اوپر اپنے کمرے میں جانے کے محض آدھ گھنٹے بعد ہی جب معتصم نیچے اترا تو اس کے تیور خطرناک حد تک بدلے ہوئے تھے۔ اس نے آتے ہی ماں سے صبح والے واقعے کی تفصیل طلب کی۔ طلعت فوری طور پر صاف مکر نہ سکیں مگر گفتگو کے اہم اور قابل اعتراض حصے کو ضرور حذف کر گئیں۔

"فارینہ۔۔۔" اس نے اونچی آواز میں بہن کو بلایا۔ صابر رضوی بھی کمرے میں آ گئے۔

"فارینہ! تم صبح امی کے پاس موجود تھیں۔ اجلا نے مجھے خود بتایا ہے' کیا امی نے فون پہ کسی سے بات کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اجلا ایک کم حیثیت گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے ساری عمر حسرتوں کے ساتھ اور ایک ایک چیز کے لیے ترس کے گزاری ہے اور اب کھاتے پیتے گھر میں بیاہ کر آنے کے بعد وہ

دردی سے ساری خواہشیں پوری کر رہی ہے' وہ فضول خرچ اور ندیدی فطرت کی ہے' طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے سارا دن کچھ نہ کچھ کھاتی رہتی ہے اور یہ بھی کہ وہ مجھ پہ یعنی اپنے شوہر پر تعویذ گنڈا کراتی ہے تاکہ میں اس کے بس میں رہوں۔ میری محنت کی کمائی وہ دونوں ہاتھوں سے لٹا رہی ہے۔ بتاؤ' کیا یہ سب کہا تھا امی نے۔" وہ پھٹ پڑا۔ فارینہ سہم کے چپ چاپ دیوار سے لگ گئی۔ یہ سب الزامات حرف بہ حرف وہی تھے جو اس نے ماں کی زبانی سنے تھے مگر وہ ان کی تصدیق کر کے گھر میں طوفان لانا نہیں چاہتی تھی' نہ ہی ماں کی ایک طویل ناراضی مول لینا چاہتی تھی۔ صابر رضوی کی سوالیہ نظریں بھی کبھی بیوی تو کبھی بیٹی کے خاموش چہرے پہ بھٹک رہی تھیں۔

"فارینہ! میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں' سچ سچ بتاؤ۔ اگر ایسا کچھ نہیں ہوا تو میں ابھی اسی وقت اجلا کو فارغ کر دوں گا جس نے ایسے بے بنیاد الزامات لگائے ہیں۔"

"بھائی جان! وہ۔۔۔" فارینہ طوفان کا رخ بے گناہ اجلا کی طرف مڑتے دیکھ کے اور مضطرب ہو گئی۔ اب دوہری مصیبت تھی۔ اگر ماں کو بھائی کی نظروں میں برا بننے سے بچاتی ہے تو الزام بھابھی کے سر آتا ہے۔

"فارینہ! تمہیں میری قسم ہے' جلدی بتاؤ اور سچ بتاؤ۔" زندگی میں پہلی بار وہ اتنا مشتعل نظر آ رہا تھا۔ فارینہ کے پاس اثبات میں سر ہلانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس سے جواب ملتے ہی معتصم کا سارا طیش بھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ ہارنے کے سے انداز میں پلٹ گیا۔ اس کے قدموں میں شکستگی اور ماں کی طرف بس ایک بار اٹھنے والی نگاہوں میں ہزار گلے تھے۔ اس کے چپ چاپ واپس چلے جانے پہ طلعت نے جب سے رکی ہوئی سانس بحال کی۔ ان کا تو خیال تھا نجانے بیٹے کا کیا رد عمل ہو مگر ان کا یہ اطمینان بھی تھا۔ صابر رضوی معاملے سے آگاہ ہونے کے بعد اب ان پر بری طرح برس رہے تھے۔

"عاقبت نااندیش عورت! کب سے سمجھا رہا تھا کہ تم اس اتاؤلے پن کے ہاتھوں ضرور کچھ نقصان کر بیٹھو گی۔ اپنے دل و نظر کو وسعت دو' ذہن میں کشادگی پیدا کرو۔ خود میں تبدیلی کو قبول کرنے کا وصف پیدا کرو۔ تم زمانے سے الگ عورت نہیں جس کے گھر میں بہو آئی ہے۔ یہ زمانے کا دستور ہے۔ نئے آنے والوں کے لیے جگہ خالی کرنی ہی پڑتی ہے اور وہ بھلی مانس تو تم سے تمہاری جگہ مانگ بھی نہیں رہی' صرف اپنے پیر جمانے کے لیے جگہ تلاش کر رہی تھی۔ ساری زندگی اچھے بھلے' سیدھے سادے طریقے سے گزارتے گزارتے پتا نہیں کب اور کیسے یہ بے صبرا پن تمہارے اندر عود کر آیا۔ اپنے گھر کے ماحول میں ابتری اور تلخی پھیلانے کی ذمہ دار تم ہو' صرف تم۔"

"آپ بھی مجھے ہی برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ اچھا چلو میں نے کچھ کہہ دیا تو چار سے ضرب دے کر میاں کے کان بھرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیسے گرم کر کے اسے میدان میں اتارا ہے پھر بھی وہ آپ کی نظر میں بھلی مانس ہے۔" وہ بھل بھل کر کے رونے لگیں۔

"اگر اسے اس گھر میں کسی کے رویے سے تکلیف پہنچی ہے اور وہ اس معاملے میں بے قصور بھی ہے تو میری رائے میں اس کا اپنے شوہر سے شکایت کرنا ہر لحاظ سے جائز ہے۔ صبر و قناعت اچھا درس ہے مگر اسے صرف دوسروں کو ہی کیوں دیا جائے۔ جب ہم خود صبر سے کام لینے کے بارے میں اپنے آپ کو تھی دست پاتے ہیں تو دوسرے سے کیوں امید رکھتے ہیں کہ وہ صبر و شکر کے ساتھ ہر بری بھلی برداشت کرے اور معتصم نے اگر باز پرس کی ہے تو یہ اس کا فرض بنتا ہے۔ وہ نکاح کے بعد ہی اجلا کو گھر میں لایا ہے' اس کی شکایات کا ازالہ کرنا اس کا ہی کام ہے مگر شکر کرو' وہ ماں باپ کا لحاظ نہیں بھولا۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد بھی کچھ کہے بغیر اوپر چلا گیا۔"

اب طلعت میں مزید کچھ کہنے سننے کی تاب نہ تھی۔ وہ چپ چاپ منہ پہ دوپٹے کا پلو ڈالے روتی رہیں۔ اگلا سارا دن اسی بھید بھری چپ میں گزرا۔ نہ اجلا نیچے اتری' نہ ہی معتصم نے اس ذکر کو دوبارہ

چھیڑا۔ وہ آفس جانے سے پہلے ان کے کمرے میں بس سلام کرنے کی غرض سے ایک پل کے لیے رکا' اس سے اگلے دن وہ تھکیں جب سامان پیک ہونے لگا۔ لاؤنج کے ایک سائیڈ میں رکھا کمپیوٹر' کمرے کا فریج' ٹی وی' ڈیک' سب ڈبوں میں بند ہو گئے۔ نیچے ڈائننگ ہال میں سجے اجالا کے جہیز کے ڈریسیٹ اور کٹلری' کراکری بھی پیک ہو کے اوپر چلی گئیں۔ وہ ہول کے رہ گئیں۔ فوراً" صابر رضوی کے آفس فون کیا۔

"آپ کو میں نے صبح ہی کہا تھا کہ خیریت نہیں لگتی معتصم نے کبھی بلاوجہ چھٹی نہیں کی۔ آج وہ گھر میں کیسے ہے؟ مگر آپ ٹال گئے۔ دیکھا میرا خدشہ درست تھا۔"

"مسئلہ کیا ہے طلعت! اجالا تو ٹھیک ہے؟۔"

"اسے کیا ہونا ہے۔ اب تو اور بھی ٹھیک ہو گی۔ الگ جو ہو رہی ہے۔ من کی مراد پوری ہو رہی ہے۔ ساری سازشیں' ڈرامے کامیاب ہو گئے۔ صابر صاحب! میرا بیٹا یہ گھر چھوڑ رہا ہے۔" وہ بلک اٹھیں۔

"آپ کچھ بولتے کیوں نہیں۔" ان کی جانب سے طویل وقفے پر وہ بوکھلا گئیں۔ صابر رضوی نے ایک گہری سانس بھری۔

"میں کچھ کہنے کے قابل ہی کب ہوں۔ یہ تو ہونا ہی تھا۔ ہاں بس ذرا توقع سے پہلے ہی ہو گیا۔" انہوں نے مزید کچھ کہے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

طلعت کے دل کو تو پنکھے لگے تھے۔ معتصم نے اس رات کے بعد سوائے دو بار سلام کرنے کے انہیں مخاطب تک نہ کیا تھا' اس لیے وہ خود سے جا کر اس ساری تیاری کا مقصد بھی نہیں پوچھ سکتی تھیں۔ صابر رضوی نے بھی اس سلسلے میں کچھ کہنے یا بات کرنے سے معذوری ظاہر کر دی۔ نہ فارینہ گھر پہ تھی' نہ محتشم۔ کچھ دیر جلے پیر کی بلی کی طرح گھر بھر میں گھومنے کے بعد انہوں نے ساری جھجک کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سیڑھیوں پہ کھڑے کھڑے کھانا لگنے کی اطلاع دی۔ معتصم نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

"مگر تم دونوں نے تو صبح ناشتہ بھی نہیں کیا۔"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم کون سا بھوکے بیٹھے ہوں گے۔ آپ کو تو پتا ہی ہے کہ فریج ہر وقت کھانے پینے کی چیزوں سے بھرا رہتا ہے۔ اجالا بھی الماریوں میں بسکٹ وغیرہ چھپا کے رکھتی ہے۔" اس کے طنزیہ لہجے نے ان کی رہی سہی ہمت بھی ختم کر دی۔

بھرے دل کے ساتھ انہوں نے کینیڈا کی کال ملائی اور سبینہ کو سارا احوال سنایا۔ اس کا ردِ عمل بھی باپ سے مختلف نہ تھا۔

"میں اسی بات کا حوالہ دے کر آپ کو خبردار کرتی تھی۔ حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو امی آج کل صبر کا مادہ کسی میں بھی نہیں رہا۔ چاہے وہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ بے شک آپ میری ماں ہیں' اپنے بھائی کی گرہستی الگ ہونے کی خبر سن کر اور میکے کے ٹکڑے ہو جانے پر مجھے بھی دکھ ہے' لیکن میں اس میں اجالا کو سراسر قصوروار نہیں ٹھہرا سکتی۔ وہ آج کے زمانے کی لڑکی ہے اس کے باوجود غنیمت ہے کہ آج کی لڑکیوں سے کئی درجے بہتر۔ شکر کیجیے بھائی جان خاموشی سے الگ ہو رہے ہیں۔ امی! آج کل کی لڑکیاں بھلا کہاں کسی کی روک ٹوک یا ناجائز بات برداشت کرتی ہیں چاہے وہ آپ کی سگی بیٹیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ فارینہ بھی تو زیادہ روک ٹوک پر آپ سے الجھ جایا کرتی ہے۔ میرا اپنا یہ حال ہے۔ سسرال سے سات سمندر پار بیٹھی ہوں لیکن پھر بھی تلخی ہو ہی جایا کرتی ہے۔ اس کا آپ کا تو دن رات کا ساتھ تھا۔ وہ جیسی بھی ہے' بقول آپ کے میسنی ہے' گھنی ہے' سازشی ہے' چغل خور ہے۔ میں اتنا کچھ تو نہیں جانتی لیکن آپ کا رویہ بھی میں دیکھ چکی ہوں۔ ہو سکتا ہے اب وہ ایسی ہی ہو چکی ہو جیسا آپ بتا رہی ہیں مگر شادی کے اولین دنوں میں اس کے اندر لحاظ' مروت' اخلاق اور ادب سب کچھ موجود تھا۔ آپ چاہتیں تو اس کی یہ خصوصیات ہمیشہ کے لیے برقرار رہ سکتی تھیں مگر آپ نے اس کے قدم جمنے سے پہلے ہی اکھاڑنے شروع کر دیے تھے۔ وہ اس گھر کو اپنا گھر کیسے سمجھتی جب آپ ہر قدم پہ اسے اجنبیت کا احساس دلاتی تھیں۔ اسے یہ باور کراتی

تھیں کہ یہ گھر اور اس کے مکین اس کے نہیں ہیں اور وہ ایک "باہر والی" ہے۔

"تم سب ایک جیسے ہو' باپ' بیٹے' بیٹیاں۔ ایک ہی راگ الاپ رہے ہو۔ میرے دکھ کا اندازہ ہے نہ کوئی احساس۔ بس مجھ پہ الزام لگانے کی پڑی ہے۔"

جل کر انہوں نے فون بند کر دیا مگر دیر تک اکیلے میں انہیں سبینہ کی باتیں یاد آتی رہیں جو انہیں بے حد تلخ تو لگی تھیں مگر بہرحال تھیں تو سچی۔ یہ سچ اپنا آپ منوا رہا تھا مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ بہت دیر۔ احتساب کے کٹہرے میں خود کو کھڑا کر کے انہیں اپنی غلطیوں کا پلڑا بھاری لگ رہا تھا مگر اتنی جرات اب بھی نہ تھی کہ وہ برملا اپنی کوتاہی کا اظہار کرتیں اور بیٹے بہو کو روک لیتیں۔ کبھی شوہر کے آگے کبھی فارینہ اور محتشم کے آگے منت کی کہ وہ ہی کسی طرح بھائی کو اس ارادے سے باز رکھ لیں۔ دونوں نے معذرت کر لی۔

"امی! ہم کس منہ سے روکیں۔ اب تک بات دبی ہوئی ہے۔ دبی رہنے دیں۔ کیوں نئے سرے سے سارے گلے شکووں کو پلندہ کھلوانا ہے۔"

لیکن اندر سے ملال تو سب ہی کو تھا اس لیے اگلے روز نہ وہ کالج گیا نہ فارینہ یونیورسٹی۔ سامان رکھوایا جا رہا تھا۔ طلعت کو اپنا آشیانہ بکھرتا ہوا محسوس ہوا۔ انہوں نے کوٹ پہنتے صابر رضوی کو تقریباً جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔

"کتنے بے حس ہیں آپ؟ بیٹا گھر سے ناراض ہو کے جا رہا ہے۔ اور آپ چپ چاپ تماشا دیکھ رہے ہیں جیسے یہ کوئی معمولی واقعہ ہو۔ لوگ کتنی باتیں بنائیں گے۔"

"پہلے یہ فیصلہ کر لو کہ تمہیں دکھ کس بات کا ہے؟" وہ اطمینان سے بولے۔

"بیٹے سے جدائی کا۔۔۔ اس کی ناراضی کا۔۔۔ اپنے گھر پہ پچھتاوے کا۔۔۔ یا پھر زمانے کی باتوں کا۔۔۔؟"

"یہ وقت ایسے تجزیوں کے لیے مناسب نہیں۔ اگر آپ اس وقت مجھے شرمندہ کرنے کے بجائے اس گھر کو تقسیم ہونے سے روک سکتے ہیں تو خدا کے لیے کچھ کیجیے۔" لیکن انہیں کچھ کرنے پہ آمادہ نہ دیکھ کر انہوں نے اپنے سمدھیانے فون ملایا اور اجالا کی ماں سے بات کی۔ وہ اس سارے قصے سے لاعلم تھیں۔ جی بھر کے حیران ہونے کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"لیکن اجالا تو بہت خوش باش تھی۔ ہم نے جب بھی پوچھا یہی جواب دیا کہ اسے کسی سے کسی قسم کی شکایت نہیں۔ پھر یہ چار دنوں میں ایسی کیا کایا پلٹ ہو گئی۔"

"اونچ نیچ تو ہر گھر میں ہوتی ہے۔ اسے شاید مجھ سے کوئی شکایت ہے۔"

طلعت نے جھجکتے ہوئے بتایا۔ "لیکن بجائے صاف صاف بات کرنے یا معاملہ رفع دفع کرنے کے اس نے اس پہلی تلخی کے جواب میں ہی اتنا شدید رد عمل ظاہر کیا ہے۔ انسان بات چیت کے ذریعے' گلے شکوے کے بہانے کہہ سن کر بھی تو بھڑاس نکال سکتا ہے۔ اس طرح دل صاف ہوتے ہیں نہ کہ چھوٹتے ہی الگ راستہ اختیار کر لیا جائے۔"

"آپ فکر نہ کیجیے۔ میں اسے سمجھاتی ہوں۔" انہوں نے اطمینان دلایا۔ اور جس وقت پہلا ٹرک بھر کے نکلا اسی وقت اجالا کی امی رکشے سے اتریں۔

"یہ سب کیا ہے بیٹا؟ اور اجالا کہاں ہے؟ مجھے اس سے بات کرنی ہے۔"

وہ اوپر نہ گئیں بلکہ آواز دے کر اسے نیچے بلا لیا۔ طلعت کو ایک لمحے کے لیے شرمندگی سی محسوس ہوئی کہ ابھی ماں کی باز پرس کے جواب میں وہ سب کچھ دوہرا دے گی۔ اور ان کا سر سمدھن کے سامنے بھی نیچا ہو گا۔ لیکن فی الحال بیٹے کو روکنا ان کے لیے اتنا ضروری تھا کہ وہ اس کے لیے کسی بھی قسم کی شرمندگی مول لینے کو تیار تھیں۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں امی! میں ایسا کچھ نہیں کر رہی جس سے آپ کی تربیت پہ حرف آئے مگر یہاں مزید رہنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ کی تربیت اور میرا کردار ہر وقت زد میں رہے۔"

"دیکھو اجالا! اونچ نیچ ہر گھر میں ہوا کرتی ہے۔ اس کا

مطلب یہ نہیں کہ سارے رشتے توڑ دیے جائیں۔ ابھی تمہاری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ ہم نے تمہیں یہاں گھر بسانے کے لیے رخصت کیا تھا نا کہ گھر توڑنے کے لیے۔"

"میں بھی یہاں گھر بسانے ہی آئی تھی امی! بہت سے خوابوں، بہت سے ارمانوں کے ساتھ۔۔۔ اپنے دل کی تمام شدتوں اور سچائیوں کے ساتھ میں نے اس گھر کو اپنانا چاہا تھا لیکن۔۔۔"

"میں تمہاری ماں تو نہیں اجالا! اس کی طرح زور دے کر تو باز نہیں رکھ سکتی، صرف التجا کر رہی ہوں کہ تم اس گھر کو چھوڑ کر نہ جاؤ۔" اب کے طلعت نے منت کی۔

"امی! ایسا کیا ہو گیا جسے آپ اتنا اہمیت دے رہی ہیں؟" کب سے خاموش کھڑے معتصم نے دخل دیا۔

"وہ "باہر والی" ہے، باہر جا رہی ہے۔" اس کے چچا چچا کے کہنے پہ اپنے کتنے ہی تکلیف دہ رویے ان کی آنکھوں کے سامنے گئے۔

"غلطی ایک ساس کی تھی بیٹے! سزا ایک ماں کو کیوں ملے۔؟ کیوں مجھ سے میرا بیٹا جدا ہو رہا ہے۔"

"میں آپ سے آپ کا بیٹا نہیں چھین رہی۔ معتصم آپ کے پاس ہیں اور پاس رہیں گے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں نے انہیں تعویذ سے قابو میں نہیں کیا ہوا۔ ہاں البتہ میں بے اعتباری اور اجنبیت کی اس فضا میں مزید نہیں رہ سکتی۔"

سب ہکا بکا رہ گئے، معاملہ سمجھ سے باہر ہو رہا تھا۔ صابر رضوی نے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی۔

"کوئی مجھے بتائے گا یہ سب کیا ہو رہا ہے؟۔ یہ سامان پیکنگ منتقلی؟"

"اگر امی کو اجالا کے یہاں رہنے سے عدم تحفظ کا احساس ہوتا ہے، کسی اجنبی کی مداخلت کا گمان ہوتا ہے تو ٹھیک ہے ان کے اطمینان اور خوشی کے لیے یہ ہی بہتر رہے گا کہ وہ یہاں سے چلی جائے تاکہ امی بلا شرکت "غیرے" یہاں رہ سکیں۔ دوسری طرف اجالا بھی اچھا محسوس کرے گی۔ یہ مسلسل۔ ٹینشن اور تناؤ اس حالت میں اس کی صحت کے لیے اچھا نہیں۔ اس لیے میں اسے اس کی امی کی طرف چھوڑنے جا رہا تھا۔ یہ اب وہاں رہے گی۔ وہ بھی خوش اور یہاں آپ سب بھی۔"

"بہت خوب بیٹے، کیا حل نکالا۔۔۔ شاباش۔" صابر رضوی نے طنز کیا۔

"اور اپنے گھر سے نکل کر، شوہر سے الگ ہو کے تو جیسے اس کی ذہنی حالت میں بہت زیادہ بہتری کا امکان ہے نا؟۔۔۔ بولو۔۔۔؟ بجائے اس کے کہ تم مردہ بن کر حالات کا سامنا کرو بردباری سے معاملہ نبٹاؤ۔ بیوی کو اپنے گھر میں اس کا جائز مقام دلاؤ۔۔۔ تم معاشرے میں ہی اس کا مقام مشکوک کر رہے ہو؟"

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر عزت سے رہ لے گی۔ میں اس سے الگ نہیں ہو رہا، صرف دور ہو رہا ہوں۔ رہا اس گھر میں اسے جائز مقام دلانے کا سوال۔۔۔ تو یہ قدم میں خود اٹھا کر آپ لوگوں کی نظر میں ایک برا بیٹا نہیں کہلانا چاہتا۔۔۔ یہی تو ہمارے معاشرے کا المیہ ہے، ایک عورت بیک وقت اچھی بیوی، اچھی ماں، اچھی بہو، اچھی بیٹی ہونے کا فریضہ پھر بھی کسی نہ کسی طرح نبھا دیتی ہے مگر ایک مرد کے لیے یہ مشکل ہی نہیں ناممکن امر ہے۔ اگر وہ ایک فرض شناس شوہر بننے کی کوشش کرتا ہے تو نافرمان اور گستاخ بیٹا کہہ کر معتوب ٹھہرایا جاتا ہے اور اگر تابعدار بیٹا بنتا ہے تو لاپروا شوہر کہلاتا ہے، ہم دونوں کے لیے اور اس گھر کے لیے یہی بہتر ہے۔ اور یہ فیصلہ ہم دونوں نے باہمی رضامندی سے کیا ہے۔ اجالا کے جہیز کا سامان اس لیے پیک کیا ہے کہ جب اس گھر میں ایک جیتے جاگتے وجود کو کھلے دل سے پذیرائی نہ مل سکی، تو ان بے جان چیزوں کے جگہ گھیرنے سے بھی آپ کو شکایت ہوتی ہو گی۔ اور دوسرا سامان میں اس لیے اٹھا رہا ہوں تاکہ بیچا جا سکے، یہی وہ چیزیں ہیں جن کو اپنے لیے اور اپنی بیوی کی سہولت کے لیے خریدنے پہ وہ زیر عتاب آئی ہے کہ اس کی فرمائشوں پہ ہی میں بے دریغ پیسے لٹاتا ہوں۔ امی، ایسا کہتے ہوئے آپ یہ کیوں بھول

گئیں کہ میں تو ہمیشہ سے خود سے وابستہ ہر شخص کے لیے بساط سے بڑھ کے کچھ کرنے کا عادی رہا ہوں۔ وہ بھی تو اب میری زندگی کا حصہ ہے، جب میں ماں سے، بہنوں سے، بھائی سے پیار جتاتے ہوئے برا نہیں کہلاتا تو بیوی سے یہی محبت جتانا میرا جرم کیوں ٹھہرا؟"

اتنا کہہ کر اس نے اجالا کا ہاتھ تھام کر باہر نکلنا چاہا تو طلعت نے اس کا دوسرا ہاتھ تھام کر اپنی جانب کھینچ لیا۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی اجالا! اپنا گھر چھوڑ کے۔" وہ بے یقینی سے اپنی ساس کو دیکھنے لگی۔

"ہاں بیٹی! یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔۔۔ میں کھلے دل سے تسلیم کرتی ہوں۔ اگر تم ہزاروں خواہشیں اور خواب لے کر اس آنگن میں اتری تھیں تو میں بھی پورے ارمانوں کے ساتھ تمہیں یہاں کر یہاں لائی تھی۔ اپنے گھر کا حصہ بنانے۔ اپنے بیٹے کی زندگی میں شامل کرنے۔۔۔ غلطی بس یہ ہوئی کہ میں چھوٹے دل اور کچے ذہن کی عورت، لوگوں کے بہکاوے میں آ گئی۔ لوگوں نے مجھے تمہارے آنے سے قبل ہی دھمکانا اور ڈرانا دینا شروع کر دیا تھا کہ نئی دلہن کے آنے سے گھر میں میری اہمیت صفر ہو جائے گی چونکہ معتصم گھر کا بڑا بیٹا ہے اور کماؤ بھی اس لیے اس کی بیوی ہونے کے ناتے اگر تمہیں ضرورت سے زیادہ اہمیت ملی تو تم آپے سے باہر ہو کے اس گھر کے ہر معاملے سے مجھے بے دخل کر سکتی ہو۔ مجھے بارہا یہ مشورے دیے گئے کہ مجھے کس طرح تمہیں دبا کے رکھنا چاہیے تاکہ تمہیں کھل کر کچھ کرنے کا موقع نہ ملے۔ یہ مشورے سن کر بھی تو میں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیتی۔۔۔ اور کبھی محض اس کی کوشش کر کے رہ جاتی۔ لوگوں کے بہکاوے میں آ کے میں نے جو غلطی کی سو کی۔۔۔ اب غصے میں آ کر تم لوگ یہ غلطی نہ دہراؤ۔۔۔ مجھے پوری امید ہے اس کے بعد ہمارے درمیان کبھی کوئی تلخی نہ ہو گی۔"

اجالا تذبذب کے عالم میں آنکھوں میں آنسو لیے کھڑی ساس کو دیکھ رہی تھی کہ ماں کے اشارے نے اس کا تذبذب ختم کر دیا۔ اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ معتصم کی گرفت سے چھڑایا اور ساس کے گلے لگ گئی۔ صابر رضوی کے تنے تنے اعصاب یکدم پرسکون ہو گئے۔

"یہ اچھا ڈرامہ ہے، اب گلے لگا جا رہا ہے۔" وہ اجالا کے پینترا بدلنے پہ چڑ گیا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی چڑ محض بناوٹی تھی۔ اطمینان اور خوشی اس کے انگ انگ سے واضح تھی۔

"تم تو چپ ہی رہو برخوردار!" صابر رضوی نے ماحول سازگار ہوتے ہی اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"تم پہ ہمیشہ سے مجھے بڑا فخر رہا کہ میرا بیٹا ایک سمجھ دار اور معاملہ فہم لڑکا ہے۔ حالات کو اپنے بس میں کرنا جانتا ہے لیکن تم نے اس موقع پہ مجھے سخت مایوس کیا۔ پہلے میں یہ سمجھتا رہا کہ تم واقعی اجالا کو لے کر الگ ہو رہے ہو۔ یہ نہ تو غیر متوقع تھا نہ ہی زمانے سے نرالا۔ لیکن اب جو تم نے اصل بات بتائی تو مجھے اندازہ ہوا کہ سمجھ دار سے سمجھ دار انسان کی عقل کا ہیرہ غرق ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔"

"چلیں بس بھی کیجیے۔۔۔ ڈانٹتے جا رہے ہیں۔" طلعت نے ٹوکا۔

"اس نے حرکت ہی ایسی کی ہے کہ ڈانٹ کھانا اس کا حق بنتا ہے۔"

"اور کیا ابو! ڈانٹتے۔۔۔ خوب ڈانٹتے۔" محتشم جو بڑی دیر سے نجانے کس طرح خاموش تھا، چہک اٹھا۔

"اور بھائی جان آپ بھی جی بھر کر ڈانٹ کھائیے۔۔۔ کیونکہ کہتے ہیں نا۔۔۔ "کھاؤں گا نہیں۔۔۔ تو بڑا کیسے ہوں گا۔"

اور اس سے سب کے چہروں پہ نرم سی دھوپ کی طرح چمکتی مسکراہٹ دیکھ کے طلعت پہلی بار محتشم کو ٹوکنا تک بھول گئیں۔